

Sh. Mohamed Dar
 Sh. M. Ramadan Dar
 12/10 10/10 Ramoth.
 T. H. P. Luama.
 Dist. Amantag
 Wa Shmies

190x18
 1520
 190 7
 34.20

calibration B. H. gn. Delimitate foriel.

170.5 - 16.32

74.2 20

30.5 28.8 32.8

3 8.6 (260) 258
 6 13.50

54.6
 (150) (50)

[illegible]

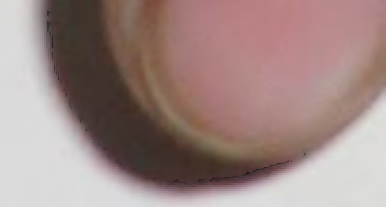
Date.....

Account No.....

J. & K. UNIVERSITY LIBRARY

This book should be returned on or before the last stamped above. An overdue charges of 6 nP. will be levied for each day. The book is kept beyond that day.

Conway 43



200
100
100

100

100
100
100

100

100
100
100

100
100
100

إِنَّ إِلَهَكُمْ الْقَدِيرُ

سيرة الصديق

مُصَنَّفٌ

ST 01

Ro

محمد حبیب الرحمن خاں شروانی
حبیب گنج صنلع علی گڑہ

باہتمام خاک ارشید احمد انصاری

مطبع احمد علی گڑہ ط ۳۲۵۱۳۵
بیت میں سے بی

اور وہیں سے شائع ہوئی
(کتاب محمد و صالح کو لوی)

عنوان
صفحہ

297.64
ش 670 س



Allama Iqbal Library



46495

J & K UNIVERSITY LIB.
Acc No 46495
Date 27.6.63

[Handwritten signature]

فہرست مضامین سیرۃ امین

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۱ | مقدمہ | ۱ |
| ۱ | باب اول | |
| ۳ | نام - نسب - لقب - والدین | ۲ |
| ۴ | اسلام | ۳ |
| ۶ | ہجرت | ۴ |
| ۱۱ | ہجرت سے وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک | ۵ |
| ۱۶ | غزوہ بدر | ۶ |
| ۱۷ | غزوہ احد باہ رمضان ۳ہ ہجری بروز شنبہ | ۷ |
| ۲۰ | غزوہ خندق - شوال ۵ہ ہجری | ۸ |
| ۲۳ | حدیبیہ ۶ہ ہجری | ۹ |
| ۲۳ | خیبر - محرم ۸ہ ہجری | ۱۰ |
| ۲۶ | فتح مکہ ۱۰ہ ہجری | ۱۱ |
| ۲۷ | حنین | ۱۲ |
| ۲۸ | تبوک - جب ۹ہ ہجری | ۱۳ |
| ۳۰ | حج - ۹ہ ہجری | ۱۴ |
| ۳۱ | وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول ۱۲ہ | ۱۵ |
| ۳۲ | باب دوم | |
| ۳۷ | سقیفہ بنی ساعدہ | ۱۶ |
| ۴۴ | بیعت عامہ | ۱۷ |
| ۴۵ | خطبہ خلافت | ۱۸ |

| نمبر شمار | مضمون | صفحة |
|-----------|-----------------------------------|------|
| ۱۹ | حبش اسامه رضی | ۴۸ |
| ۲۰ | میلہ کذاب - معرکہ زرم | ۶۳ |
| ۲۱ | مہم عراق | ۶۹ |
| ۲۲ | حج | ۸۰ |
| ۲۳ | شام - ۱۳۰ | ۸۰ |
| ۲۴ | مرض الموت - وفات | ۹۱ |
| ۲۵ | ذاتی حالات | ۹۶ |
| ۲۶ | اصول حکومت | ۹۹ |
| ۲۷ | عمال و کاتب | ۱۰۱ |
| ۲۸ | علمی کمالات و علمی خدمات | ۱۰۲ |
| ۲۹ | حدیث | ۱۰۴ |
| ۳۰ | فقہ | ۱۰۴ |
| ۳۱ | تعبیر و یار | ۱۰۴ |
| ۳۲ | تصوف | ۱۰۵ |
| ۳۳ | عقائد | ۱۰۶ |
| ۳۴ | علم الانساب | ۱۰۶ |
| ۳۵ | بلاغت و خطب | ۱۰۷ |
| ۳۶ | محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | ۱۰۷ |
| ۳۷ | ازواج و اولاد | ۱۰۸ |



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و آلہ و اصحابہ اللذین قاموا و اقاموا علی
 الصراط المستقیم۔ عرصہ ہوا کہ میرے مکرم دوست ضیاء الدین احمد صاحب
 نے فرمائش کی تھی کہ میں قرآنِ اولیٰ کے کسی بزرگ کے حالات طلباً دستِ العلوم کے
 سامنے بیان کروں۔ میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کو انتخاب کیا۔
 جو باتفاق اہل سنت و جماعت افضل امت میں اور جنگی برگزیدہ زندگی میں دین و دنیا
 دونوں کی رہبری کے اعلیٰ اوصاف جمع تھے۔ اسی کے ساتھ ان کے حالات و واقعات
 بہت کم اہل دین کے پیش نظر ہیں۔ آج کل اہل اسلام میں افراط و تفریط میں مبتلا ہیں، اسکا ایک
 موثر اور عمدہ علاج یہ ہے کہ قرآنِ اولیٰ کے بزرگوں کے واقعات کثرت سے شائع کئے
 جاویں تاکہ مسلمان انکو پڑھیں اور سبق حاصل کریں۔ اوس دور کے مسلمان خالص اسلامی
 تعلیم کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ ان کی زندگی ان تمام بیرونی اثرات سے پاک صاف تھی جو بعد

لے قرآنِ اولیٰ - ابتداء اسلام کا زمانہ

مسلمانوں کی زندگی پر مؤثر ہوتے گئے اور جنہوں نے انکو رفتہ رفتہ صراطِ مستقیم سے دور کر دیا۔ اسی دوری کا نتیجہ وہ تباہی اور بربادی جس میں ہم مبتلا ہیں۔ خلاصہ یہ کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمان بہترین منظرِ اسلام تھے اور انکا اقتدا و پیروی ہر مسلمان بلکہ ہر ایک انسان کو زندگی کی کشمکش میں ایک کامل رہبر و ہادی کا کام دے سکتی ہے۔ اسی یقین و عقیدہ سے میں نے یہ رسالہ لکھا ہے خداوند تعالیٰ قبول فرمائے اور مسلمانوں کو نفع بخشے۔

اس رسالہ کی تحریر سے پہلے عرصہ تک میں نے کتابوں کا مطالعہ کیا حالاتِ انتخاب کے یہی وجہ ہے کہ فرمایش کی تعمیل میں اسقدر تاخیر ہوئی۔ لیکن تاخیر سے جہاں انتظار کی رحمت ہوئی وہاں یہ نفع بھی ہوا کہ بعض نایاب کتابیں طبع ہو کر آگئیں مثلاً طبقات ابن سعد، نہایت معتبر و معتبر کتابوں سے یہ رسالہ مرتب ہوا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

جامع صحیح امام بخاری۔ سیرۃ ابن ہشام۔ طبقات ابن سعد۔ معارف ابن قتیبہ۔ مروج الذهب مسعودی۔ تاریخ الملوک والائمہ امام ابن جریر طبری۔ کامل ابن اثیر۔

ترتیبہ الارباب فی الاسامی و مناقب الاخیار امام وجیہ الدین عمر۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ابن عبد البر۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ابن حجر عسقلانی۔ تاریخ الخلفاء سیوطی۔ ازالۃ الخفا فی خلاۃ الخلفاء۔ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی۔ حبیبۃ باتین فتوح البلدان بلاذری اور العقد الفرید ابن عبد ربہ اور خلاصۃ الوفا اور الرایض النضرہ محب الدین طبری ہی ماخوذ ہیں جغرافیہ کے متعلق معجم البلدان یا قوت حموی اور فتح الباری سے مدولی گئی ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ واقعات صاف اور سیدھی عبارت میں بیان کر دیے جائیں اور اس سادہ بیانی کو حتی الامکان ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے جو قدما و مورخین کی روش تھی۔ عبارت آرائی

۱۔ یہ ایک نایاب قلمی نسخہ ہے جو میرے کتب خانہ میں ہے۔

سے قصداً احتراز کیا گیا ہو لہذا اگر اس سالہ کی عبارت رد کپی ہو سکی معلوم ہو تو تابل
چشم پوشی ہو۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ۔

محمد حبیب الرحمن جاں
حبیب گنج ضلع علیگڑہ
۱۴ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ
یوم جمعہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

نام نسب - ایام جاہلیت میں عبد الکعبہ نام تھا بعد اسلام حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد المذحجوز فرمایا۔ صدیق و عتیق دو نولقب میں ابو بکرؓ لقب - والد کنیت - سب سے زیادہ شہرت کنیت نے حاصل کی۔ نسب قریشی تسمی ہیں۔

سلسلہ نسب یہ ہے عبد المذہب بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب۔ چھٹی پشت میں مرہ بن کعب پر پچھرا کا نسب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے والد کا نام عثمان کنیت ابو قحافہ تھی شہ میں فتح مکہ کے وقت نوے برس کی عمر میں اسلام لائے ۱۴ھ میں بعد خلافت فاروقی وفات پائی۔ والدہ کا نام سلمی کنیت ام ابیخیر تھی۔ قریشی تسمی ہیں۔ اسلام سے مشرف ہوئے۔

۱۵ بکر آپ کی اولاد میں کسی کا نام نہ تھا۔

ولادت

اہلیت
ایام جاہلیت

حضرت ابو بکر عام قبل کے ڈھائی برس بعد پیدا ہوئے یعنی آغاز سنہ ہجری سے چالیس برس پہلے۔ ایام جاہلیت میں بھی قریش کے رؤساء میں سے تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام میں سے آدمی ایسے تھے جو ایام جاہلیت اور عہد اسلام دونوں میں رئیس و سربراہ رہے۔ ان کے ہجرت کے بعد حضرت صدیق بھی ہیں۔ قیام مکہ میں رہتا تھا تجارت ذریعہ معاش و ولتمندی تھی۔ سلسلہ تجارت میں شام اور یمن کے متعدد سفر کیے تھے۔ پہلا سفر اٹھارہ برس کی عمر میں کیا۔ حسن اخلاق بہرہ دی۔ وسعت معلومات دانشمندی اور معاملہ فہمی وہ اوصاف ہیں جنہیں حضرت صدیق قبل اسلام ہی ممتاز تھے انہی صفات کی وجہ سے لوگ ان کے گرد ویدہ تھے اہم معاملات میں مشورہ لیتے اور ان کی رائے پر اعتماد کرتے۔ قبیلہ قریش کی تاریخ۔ اس کی مختلف شاخوں اور خاندانوں کی قرابت و نسب کا جاننے والا ان کے عہد میں ان سے زیادہ کوئی نہ تھا۔ قابل عرب صدیوں سے آزاد تھے اور اپنے کوئی بادشاہ حکمراں نہ تھا۔ قبیلوں کے سردار ہی معاملات کو طے کرتے تھے اور حکومت کے فرائض اور مختلف خدمتیں مختلف سرداروں کے سپرد ہوتی تھیں۔ قبیلہ قریش کی خدمت اشناق حضرت صدیق اکبر

ﷺ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے چالیس برس پہلے حبش کے بادشاہ

نے کہہ چمکہ کیا تھا چونکہ ہاتھی اس کے ساتھ تھے اس لیے اس سال کا نام عام قبل اور چمکہ کریموالوں کا نام اصحاب قبل مشہور ہوا۔
۱۔ ایام جاہلیت۔ غیب کا وہ زمانہ جو ظہور اسلام کے قبل تھا۔ ۲۔ جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کی زیارت کے مشرف ہوئے وہ صحابی کہلاتے ہیں۔ صحابہ جمعہ کا صیغہ ہے۔

۳۔ اس خدمت کا تعلق دیت اور خونہا سے تھا۔ جب کوئی کسی کو قتل کر دیتا تھا تو قاتل سے جو مالی بدلا لیا جاتا تھا اس کو دیت کہتے تھے۔ اس بدامنی و خوزیزی کے زمانے میں ظاہر ہے کہ یہ صیغہ کس قدر اہم اور

ذمہ داری کا تھا۔ ۱۲

کے متعلق تھی۔ جب کسی قبیہ میں کوئی خون ہو جاتا تو اگر صدیق اکبرؓ نے ہمارے کی ضمانت کر دیتے تو مقبول ہوتی دوسرے کی ضمانت قبول نہ کی جاتی۔ شعر کہنے پر پوری قدرت حاصل تھی اسلام لائے تو شعر کہنا چھوڑ دیا اور پہرہ بھی نہیں کہا۔ شراب زمانہ جاہلیت میں ہی نہیں پی۔

اسلام انزل وحی سے ایک سال پہلے سے حضرت ابوبکرؓ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے جاتے تھے آغاز وحی کے زمانہ میں بسلسلہ تجارت میں گئے ہوئے تھے جب واپس آئے تو قریش کے سردار ابوہل۔ عبیدہ بن جراح وغیرہ ملنے گئے انہیں گفتگو میں حضرت ابوبکرؓ نے تازہ خبر دریافت کی تو کہا سب بڑی خبر اور بڑی بات یہ ہے کہ ابوطالب کا یہ سچا مدعی نبوت بنا ہے۔ اس کے انداز کے متعلق ہم تمہارے آنے کے منتظر تھے یہ کہ حضرت صدیق کے دل میں اشتیاق پیدا ہوا اور اعیان قریش کو خوش اسلوبی کے ساتھ رخصت کر کے خدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔ بعثت کے متعلق سوال کیا اور اسی جلسہ میں قبول اسلام سے مشرف ہوئے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں جس شخص کے سامنے اسلام پیش کیا اس میں ایک قسم کی ہچک اور تردد و فکر ضرور پائی مگر ابوبکرؓ کہ جس وقت میں ان کے سامنے اسلام پیش کیا انہوں نے بے ہچک قبول کر لیا۔ اس میں اختلاف ہے کہ اول اسلام کو لایا بعض نے کہا ہے حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ۔ بعض کا قول ہے حضرت ابوبکرؓ۔ قول فصیح ہے کہ بالغ مردوں میں حضرت ابوبکرؓ۔ لڑکوں میں حضرت علیؓ۔ بیبیوں میں حضرت خدیجہ اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثہؓ سب کے اول اسلام لائے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ وحی نازل ہونے کے ساتویں روز دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے اُسے پہلے

حضرت ابو بکر اور حضرت علی دولت ایمان سے مالا مال ہو چکے تھے۔ ایمان لانے کے بعد صدیق اکبر نے اپنی تمام قوت و قابلیت۔ سارا اثر کل مال و متاع جان اور اولاد غرض جو کچھ اُنکے پاس تھا وہ سب اللہ اور اُس کے رسول کی رضا جوئی و اطاعت میں وقف کر دیا۔ اور قبول اسلام کے بعد اُن کی تمام زندگی اطاعت و استقامت کی داستان بن گئی۔ قریش میں اُنکا جو اثر تھا اُس کو تم سُن چکے ہو اُس اثر کا جلوہ تھا کہ گروہ سابقین اولوں کے ممتاز فرد مثلاً حضرت عثمان۔ حضرت زبیر۔ حضرت طلحہ۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف حضرت سعد بن ابی وقاص اُنکے ذریعے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام سے فیضیاب ہوئے مال اُن غریبوں کی مدد میں صرف کیا جو اسلام لانے سے گداز آقاؤں کی سختی کا نشانہ بن رہے تھے ان میں سے بہت سون کو حضرت ابو بکر نے خرید کر آزاد کر دیا۔ منجملہ اُنکے حضرت بلال بھی تھے۔ اُنکی داستان کیسی دردناک ہے۔ حضرت بلال کا آقا اُنکے مسلمان ہوجانے کی وجہ سے بہت ناراض تھا۔ جوش غضب میں وہ عین دوپہر کے وقت پتی ہوئی ریت پر لٹا تا سینے پر بھاری سا پتھر رکھتا اور کہتا جب تک لات اور غوی پرایمان نہیں لائیگا اسی عذاب و مصیبت میں مبتلا رہوں گا مگر پتھر کے نیچے سے آواز آتی "اَحدٌ اَحدٌ" میرا معبود وحدہ لا شریک ہے۔ وحدہ لا شریک ایک روز حضرت ابو بکر نے یہ حالت دیکھی تو رحم آیا اور خرید کر آزاد کر دیا۔

ابتداء اسلام میں تین برس تک حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام خفیہ فرمائی تھی۔ اُس زمانہ میں حضرت ابو بکر بھی پوشیدہ خدمت اسلام کرتے تھے۔

۱۔ سابقین اولوں وہ صحابہ کرام جو واقعہ بدر ۳ھ تک ایمان لائے۔

۲۔ لات اور غوی عرب کے دو مشہور بت تھے۔

جب رسالت کی چوتھی سال یہ آیت نازل ہوئی۔

فَاَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُسِيكِينِ

تکو جو حکم دیا جاتا ہے اسکو علانیہ بیان کرو اور مشرکوں کی طرف سے منہ پھیر لو۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ حق کا اعلان شروع کیا اور شرک و جہل کی مذمت عذائے بے پناہ لگے۔ اس سے مشرکین عرب بھڑکے انکی بھڑک وحشی اور جنگجو عربوں کی بھڑک تھی کیا کچھ نہ کر گزے۔ کوئی ایذا اور کوئی تکلیف نہ تھی جو خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہنچائی گئی۔ ان مصیبتوں میں صدیق اکبر کا بھی حصہ تھا۔ ایک روز حرم کعبہ میں مشرکوں کا مجمع ہوا اور یہ تذکرہ کر رہے ہیں کہ ہمارے معبودوں کی مذمت اور توہین نئے نبی نے کیسی کی ہے۔ ناگاہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم طواف کعبہ کے واسطے داخل حرم ہوئے آپکو دیکھ کر مشرکوں کی آتش غضب بھڑکی اور ایک شخص نے بڑمکر کہا ”اے شخص تو ہی ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا بیشک۔ یہ سکر تمام مجمع آپ سے لپٹ گیا نا ہیچا مارتے تھے اور کہتے تھے۔

اَتَجْعَلُ الْاِلٰهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا

کیا تو سب خداؤں کو ایک خدا کر دینگا۔

آخر آپ بیہوش ہو کر گر گئے کسی نے حضرت ابوبکر سے جا کہا ادمرے صاحب! اپنے رفیق کی خبر لو۔ دوڑے ہوئے آئے اور مجمع کفار میں گھس گئے کسی کو مارتے کسی کو ہٹاتے اور کہتے جاتے۔

وَيَلْعَنُ الْمُتَّقُونَ رَجُلًا اَنْ يَقُولَ

رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ

تم پر افسوس ہے کیا ایک شخص کو تم اس کہنے پر مارے ڈالتے ہو کہ میرا رب اللہ ہے اور حال ہے کہ وہ خدا کی جانب سے روشن دلیل تمہارے پاس لایا ہے۔

یہ داخلہ مشرکوں کو سخت ناگوار ہوئی اور سب کے سب اُن پر چھپٹ پڑے اتنا مارا کہ سہ
چھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ غزویوں نے آکر بجایا۔ یہ سن لو کہ حضرت صدیقِ اکبرؓ پٹتے جاتے
تھے اور کہتے جاتے تھے۔

مَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ اے عزت و جلال والے تیری ذات بہت
بارکت ہے۔

حضرت عائشہ کا قول ہے کہ اس واردات کے بعد جب حضرت ابو بکرؓ گھر پہنچے ہیں تو
یہ حال تھا کہ سر پر جس جگہ ہاتھ لگتا وہیں سے بال الگ ہو جاتے۔ واقعہ ہذا کے ساتھ
ایک اور واقعہ سنو جس سے غم رسالت کی شان کا اندازہ کر سکو۔ اور عیاں ہو جائے
کہ عین تلاطمِ شائد کے وقت حضرت رسولِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مبارک کس قدر
مطمئن تھی اور آپ کو اپنے رب کے فضل پر کس قدر ہر وسہ تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت
نجائبؓ کی روایت ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوا۔ آپ اُس وقت کعبہ کے سایہ میں رواں مبارک سر کے نیچے رکھے ہوئے
ہوئے تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ہماری مدد کے واسطے اللہ سے دعا
نہیں کرتے۔ یہ سن کر آپ اٹھ کر بیٹھ گئے چہرہ مبارک غصے سے سُرخ ہو گیا۔ فرمایا
اگلے لوگوں کا گوشت لوہے کے کنگوں سے نوح نوح کر ہڈیوں سے الگ کیا گیا
اسپر بھی وہ دین سے نہیں ہٹے اُنکے سر پر آ رہے چلائے گئے چہر کر بیچ میں سے
دو کر دیے گئے تاہم دین پر قائم رہے اللہ اس دین کو ضرور کامیاب فرمائے گا او
نوبت یہ پہنچ گئی کہ ایک سوارِ صنعا سے حضرت موت تک جائیگا اور سوائے اللہ کے کسی

سوائے معایہ ہو کہ تم اتنی ہی تکلیفوں سے گھبراتے ہو گئے صنعا و حضرت موت میں واقع ہیں اُنکے درمیان فاصلہ ۱۶ میل ہے

سے نہیں ڈریگا۔

جب کفار کی سختیوں کا تحمل مسلمانوں سے نہوسکا تو آپ نے فرمایا کہ حبشہ کو ہجرت کر جاؤ وہاں کا عیسائی بادشاہ عادل و رحم دل ہے اس کے زیر سایہ آدمیوں کو امن و آسائش کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ دو مرتبہ مسلمان ہجرت کر کے ملک حبشہ کو گئے۔ ایک دفعہ گیارہ مرد اور چار بیبیاں دوبارہ اسی سے زیادہ مرد اور بیبیاں۔ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں قیام فرما رہے۔ حضرت ابوبکر نے عرصہ دراز تک سختیوں کی برداشت کی اور دامن حصوری نہ چھوڑا مگر خستہ وہ بھی مجبور ہو گئے اور گھر بار کو چھوڑ کر براہِ مین ملک حبشہ کی راہ لی۔ پانچ منزل طے کر کے بکر العاد نامی مقام پر پہنچے تھے کہ قبیلہ قارہ کے رئیس ابن الدغنے سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے دیکھ کر حیرت سے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو۔ صدیق کبریٰ نے جواب دیا کہ مجھ کو میری قوم نے نکال دیا اب پردیس میں پھر کر اپنے رب کی عبادت کرونگا۔ ابن الدغنے تم سا آدمی جو بیسیوں کا مددگار مصیبت زدوں کا ہمدرد۔ مہمان نواز راہِ حق کی مصیبتوں میں غمخوار ہو وہ نہ اپنے گھر سے نکل سکتا ہے اور نہ نکالا جا سکتا ہے میں تم کو پناہ دوں گا مکہ کو لوٹ چلو اور وطن میں اپنے رب کی عبادت کرو۔ چنانچہ حضرت ابوبکر ابن الدغنے کے ساتھ واپس آئے شام کو ابن الدغنے نے اشراف قریش کے مجمع میں جا کر کہا کہ تم ایسے شخص کو یہاں سے نکالتے ہو جو محتاجوں کا حامی مصیبت زدوں کا غمخوار اور راہِ حق کی مصیبتوں میں ہمدرد ہے۔ ابوبکر سے شخص کو نہ نکلنا چاہیے اور نہ نکالنا۔ قریش نے ابن الدغنے کی امان کو تسلیم کیا اور کہا کہ ابوبکر سے کدو کہ اپنے رب کی عبادت

۱۱ یہ مقام مین کی طرف مکہ سے پانچ منزل ہے ۱۲

۱۳ قبیلہ قارہ قریش کے قبیلہ بنی زہرہ کا حلیف تھا اس کی تیر اندازی ضرب المثل تھی ۱۴

گھر کے اندر کریں۔ گھر میں بیٹھ کر جو چاہیں پڑھیں۔ علانیہ نہ عبادت کریں نہ تلاوت ورنہ ہمارے
خوف ہے کہ ہماری مستورات اور ہمارے نوجوان مبتلائے فساد ہو جائیں گے۔

عصہ تک حضرت ابو بکر نے اسکی پابندی کی آخر کار شوقِ دل نے مجبور کیا اور گھر کے
باہر میدان میں ایک مسجد بنا کر نماز و تلاوت میں مصروف رہنے لگے۔ حضرت ابو بکرؓ بحمد
رفیق القلوبؓ تلاوتِ کلامِ مجید کے وقت زار زار روتے۔ یہ عالم دیکھ کر قریش کی عورتوں
اور نوجوانوں کا ہجوم ہو جاتا، اور جو حیرت ہو کر پروانہ وار ایک دوسرے پر گرتے۔ اشراف
قریش یہ حالت دیکھ کر گھبرائے۔ اور ابن الدغنه کو بلا کر کہا ابو بکرؓ شریطا امن پر قائم نہیں رہے
باہر مسجد میں بلا اعلان نماز و قرآن پڑھتے ہیں سہلو اپنی عورتوں اور نوجوانوں کے گمراہ
ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ انکو روکو ورنہ اپنی پناہ واپس لو۔ ہم تم سے بد عہدی نہیں کرنی چاہتے
اس کے ساتھ ابو بکرؓ کو علانیہ نماز و قرآن پڑھنے کی اجازت بھی نہیں دے سکتے۔ ابن الدغنه نے
کہا کہ حضرت ابو بکرؓ سے یہ ماجرا کہا تو انھوں نے جواب دیا۔

أمرؤا لیلک جوارک و ارضی بچواد اللہ تمہاری پناہ تمکو مبارک میں اپنے اللہ کی پناہ سے خوش ہو
یہ واقعہ تیرہویں سال نبوت کا ہے۔

ہجرت | نزول وحی کے بعد تیرہ برس تک حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ
میں قیام فرمایا صبر و تحمل اور غم و استغلاں کی جو شان ان تیرہ برس میں ذاتِ اقدسہ
سے عیاں ہوئی وہ قیامت تک نوعِ انسانی کے واسطے شمعِ ہدایت کا کام دیگی خیال کرو
ایک ذاتِ ظاہری اسبابِ حفاظت و مدافعت قطعاً معدوم۔ خالق کا پیام مخلوق کو
پہنچانے کی گراں بار ذمہ داری دوشِ مبارک پر۔ عرب سی سرکش جنگجو اور کینہ پرور قوم سے

۳ یہ اسلام میں پہلی مسجد تھی۔

شُرک بت پرستی پشتوں کے اخلاقی جرائم اور بدکاریاں (جبکہ سرچشمہ ہمالیہ سفلی خود ہی تھی، چٹانوں اور تصفیہ و تزکیہ کے بعد انکی دلوں کو نورِ عرفان اور پاکیزگی اخلاق سے معمور کرنے کی خدمت سپرد اس پر کفار عرب کی ان اذیتوں اور تکلیفوں کا تحمل جنکا ایک ستمہ اوپر بیان ہوا۔ پھر خدا را انصاف کرو کہ کیا یہ سب کچھ بدون صداقت اور حق کی قوت کے ہوا اگر ہوا تو پھر دنیا میں حق یا صداقت کوئی قوت نہیں۔ جھوٹ اور دغا سے بھی سب کچھ ہو سکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مسجوت ہونے کے بعد تین برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت خفیہ فرمائی اسی زمانے میں اکابر صحابہ مثلاً حضرت ابو بکر، حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، ایمان لائے۔ اسکے بعد اعلان تبلیغ کا حکم ہوا تو آپ نے اعلان حق اس قوت و غمیت کے ساتھ فرمایا کہ عرب کی پہاڑیاں اسکی صدا سے گونج اٹھیں اور آج تیرہ سو برس گزر جانے پر بھی باوجود ہزاروں انقلابوں کے دنیا کے تمام براعظموں میں وہ صدا گونج رہی ہے۔ اور کروڑوں نفوس انسانی کے دل اسکی طرف لگے ہوئے ہیں۔ جب اہل مکہ کی طرف سے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مایوس ہو گئے تو آپ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ جو میلے نواح مکہ میں ہوتے انہیں تشریف لیجا کر احکام الہی سناتے مدت تک یہ مجمع بھی فیضیاب نہوئے۔ آخر ایک مرتبہ آپ مدینہ والوں کی جماعت میں تشریف لیگئے اس گروہ نے پہلی ہی مرتبہ کلام الہی شوق اور توجہ سے سنا۔ دو تین سال کے عرصے میں اہل مدینہ کے دل پوری طرح مسح ہو گئے اور وہ بقیعہ پاک اسلام کا دارالامن بن گیا ہجرت سے چار مہینے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو عام اجازت فرمائی کہ مدینہ کو ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ جوق جوق صحابی دارالہجرۃ کو جانے لگے حضرت

عمر نے بھی اسی زمانے میں ہجرت کی۔ صدیق اکبر نے چند مرتبہ قصد کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ یہ کہہ کر منع فرمایا کہ خود مجھ کو حکم ہجرت کا انتظار ہے۔ حضرت ابوبکر نے فراست ایمانی سے اپنی رفاقت کا احساس کر کے اہتمام کے ساتھ دو طاقتور اونٹوں کی پرورش شروع کر دی۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ صبح شام حضرت ابوبکر کے مکان پر تشریف لیجاتے۔ ایک روز خلاف عادت دوپہر کے وقت دھوپ کی تیزی میں تشریف لیگے۔ سر پر چادر لپٹی ہوئی تھی۔ اس وقت حضرت ابوبکر اپنے بال بچوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے سُکر کہا، میرے باپ اور ماں اُن پر قربان ہوں یہ نا وقت کا آنے وجہ نہیں ہو سکتا۔ اسی عرصے میں آپؐ روازہ پر پہنچے، اول اجازت طلب فرمائی۔ بعد اجازت اندر تشریف لیگے اور پچھلے کی فرمائش کی۔ حضرت صدیق نے کہا کہ کوئی غیر نہیں صرف میری ہی دونوں لڑکیاں ہیں یہ سُکر آپؐ فرمایا کہ ابوبکر ہجرت کی اجازت آگئی۔ انھوں نے پیساختہ کہا:—

وَالصَّحَابَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
اور میری رفاقت یا رسول اللہ

ارشاد فرمایا رفاقت کی بھی اجازت ہے۔ یہ سُکر حضرت ابوبکر فرط مسرت سے رونے لگے حضرت عائشہ کا قول ہے کہ اُس روز میں نے جانا کہ آدمی جوش خوشی میں بھی روتا ہے۔ اسی وقت حضرت ابوبکر نے دونوں اونٹ پیش کر کے عرض کی کہ یہ اونٹ آج ہی کے واسطے تیار کئے ہیں ایک سواری خاصہ کیواسطے پسند فرمالیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ قیمتاً لے لیا۔ باقی جملہ انتظام بھی اسی وقت کئے گئے اور شب کا وقت روانگی کے واسطے مقرر ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام جلیل القدر اصحاب ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تھے صرف حضرت علی

۱۴ ہجرت، رضا الہی کے واسطے ترک وطن۔ اُس زمانے میں ہجرت فرض تھی ۱۵

مرتضیٰ اور حضرت ابوبکر باقی تھے۔ حضرت علی کو اپنے اس غرض سے مکہ میں چھوڑا کہ جو امانت
 حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں وہ واپس دیکر مدینہ چلے آئیں۔ یہ امر قابل
 کاٹا ہے کہ باوجود تمام خصومت اور عداوت کے کفار مکہ اپنی عزیز اور قیمتی چیزیں آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم ہی کے پاس امانت رکھتے تھے اور اس کا باعث وہ اطمینان تھا جو آپ کی صداقت و امانت
 پر تھا۔ الغرض وقت معین پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔ حضرت ابوبکر
 ہمراہ تھے۔ مکہ سے روانہ ہو کر تین دن تک غار ثور میں قیام رہا جو مکہ کے نواح میں ہی اسی
 رفاقت کا ذکر اس آیت پاک میں ہے:-

ثَانِيِ اِثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ ۚ
 دو میں کا دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے۔

اور اسی غار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی تسلی کے واسطے وہ کلام ارشاد
 فرمایا تھا جس کی عظمت و شان کے سامنے آج تک شدید سے شدید دشمن کا بھی سر خم ہو یعنی
 لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا
 غمگین نہ ہو یہ یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

یہ وہ موقع ہے کہ صرف آپ اور آپ کے رفیق غار کے اندر ہیں کفار مکہ حالت غیظ و غضب میں
 سرگرم تلاش ہیں۔ تلاش کرتے کرتے دفعتاً غار کے منہ پر آکھڑے ہوتے ہیں۔ حضرت ابوبکر
 نے جو ان کے قدم اپنے سر کے اوپر دیکھے تو گھبرا گئے اور کہا:-

اُذِرْ كُنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
 اے اللہ کے رسول کافروں نے ہمارے آگے

آپ نے غایت اطمینان کے ساتھ فرمایا:-

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا
 غمگین نہ ہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے

روحی فداک یا رسول اللہ۔ تین دن کے بعد اونٹوں پر سوار ہو کر سمندر کی قریب کی راہ
 سے مدینہ کو روانہ ہوئے۔ ایک ونٹ پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت

ابوبکر تھے دوسرے پر عبداللہ بن ارقطار ہبر اور حضرت ابوبکر کے غلام آزاد حضرت عامر بن نہیر۔ حضرت ابوبکر کا سن اُس وقت انچاس برس چھ مہینے کا تھا۔ ڈارہی اور کے بال بالکل سپید تھے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک تریسین برس کا تھا مگر بال بالکل سیاہ تھے۔ قبول اسلام کے زمانے میں جو چالیس ہزار کا سرمایہ حضرت ابوبکر کے پاس تھا وہ خدمت اسلام میں صرف ہوتے ہوتے اب صرف پانچ ہزار رہ گیا تھا۔ ہجرت کے وقت وہ سب روپیہ انہوں نے ساتھ لے لیا۔ اہل و عیال کفار کے ترغے اور خدائے ذوالجلال کی پناہ میں چھوڑ دئے۔ ابو قحافہ نے جیسا اپنے بیٹے کی ہجرت کا حال سنا تو گھبرائے ہوئے آئے اور اپنی پوتی حضرت اسماء سے پوچھا کہ تیرا باپ ہجرت کر گیا اور سنا ہی روپیہ بھی سب ساتھ لے گیا۔ انہوں نے یہ خیال کر کے کہ بوجہ دادا کو زیادہ صدمہ نہ ہو کہا اب یہ بات نہیں ہو وہ بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ ابو قحافہ کا سن اُس وقت تریسوی برس کا تھا بینائی سے معذور تھے۔ حضرت اسماء نے اُس الماری میں جس میں روپیہ رہتا تھا پتھر بھر کر کپڑا ڈال دیا اور دادا کا ہاتھ پکڑ کر کہا اس الماری میں دیکھو۔ انہوں نے ہاتھ سے کپڑا اٹھو لا اور کہا خیر اتنا چھوڑ گیا ہی تو مضائقہ نہیں صدیق اکبر نے اپنی اہل و عیال کو کس سبکی اور خطرہ کی حالت میں چھوڑا تھا اُس کا اندازہ ذیل کے واقعہ ہو سکتا ہے۔ ہجرت کے بعد جب کفار اپنی ناکامی پر برا فروختہ ہوئے تو ابو جہل مع چند آدمیوں کے اُن کے گھر آیا اور حضرت اسماء سے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے انہوں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں اُس پر طیش میں آکر اُس شقی نے ایک تھپڑ اُن کے منہ پر اس زور سے مارا کہ کان سے آویزہ نکل کر دور جا پڑا۔

۱۲ ربیع الاول کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے رفیق کے مدینہ پہنچے

دوپہر کا وقت تھا۔ اہل مدینہ نے چونکہ عام طور پر جہاں مبارک نہیں دیکھا تھا اسلئے امتیاز نہ کر سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسے ہیں ادب مانع سوال تھا۔ جب چہرہ اقدس پر دھوپ آئی اور حضرت ابوبکر نے اٹھ کر چادر کا سایہ کیا اس وقت پہچانا۔

مہاجرین کا گروہ مدینہ طیبہ میں محض بے خانماں تھا ٹھرنے کا ٹھکانا تو کسی کا بھی نہ تھا بہت سے بے سرو سامان تھے جن کے پاس سرمایہ تھا وہ بھی دم لینے اور جائے قیام کے محتاج تھے اہل مدینہ نے جس حوصلہ اور محبت کیساتھ اپنے مہمانوں کا خیر مقدم کیا وہ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔ انہی خدمات کے صلے میں انصار کا برگزین لقب پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچنے کے بعد اپنے اصحاب میں مواخاۃ کا سلسلہ قائم کیا۔ یعنی ایک کو دوسری کا بھائی بنایا۔ یہ بھائی حقیقی بھائیوں سے بھی بڑھ کر ایک دوسرے کے ہمدرد اور رفیق بن گئے ایک انصاری جب اپنے بھائی مہاجر کو عقد مواخاۃ کے بعد گھر لے گئے تو ان کو اپنی تمام مال اور جائیداد کا جائزہ دیا اور کہا اس میں سے نصف تمہارا ہے۔ میری دو بیبیاں ہیں ایک کو طلاق دیتا ہوں بعد عدت تم اس سے نکاح کر لینا۔ ان کے بھائی مہاجر نے کہا کہ تمہارا مال جائیداد اور بیبیاں تم کو مبارک مجھ کو ضرورت نہیں۔ حضرت ابوبکر کی مواخاۃ حضرت خارجہ بن زید انصاری سے قیام فرمائی گئی تھی اس لیے حضرت ابوبکر نے نسخ میں قیام کیا۔

| | |
|-----------------------|---|
| ہجرت سے وفات آنحضرت | مدینہ پنچک رسات مہینے تک |
| صلی اللہ علیہ وسلم تک | ابو ایوب انصاری کے مکان پر قیام فرمایا۔ پھر ایک موقع دش |

۱۵ انصار مدینہ کے باشندے۔ مہاجر جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تھے ۱۱

۱۶ نسخ مدینہ کا ایک محلہ تھا ۱۲

اشرفیوں میں خرید کر مسجد نبوی تعمیر فرمائی۔ یہ اشرفیاں حضرت ابوبکر کے مال سے دی گئیں۔
 جو صحابہ کرام مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے اُن کے واسطے مسجد کے گرد مکانات جوڑ کئے گئے اسی
 سلسلہ میں حضرت ابوبکر کا مکان بھی مسجد کے متصل بنا جس کی ایک کھڑکی احاطہ مسجد کے اندر
 تھی۔ بنا مسجد نبوی کے زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ آدمی بھیج کر اہل و عیال کو
 طلب فرمایا اسی قافلے میں حضرت ابوبکر کے اہل و عیال بھی مدینے پہنچے۔ حضرت صدیق کے
 بال بچے چندے بمقام سنخ رہے جب مسجد کے پاس مکان تیار ہو گیا تو اُس میں آگئے۔ یہ
 مکانات کچی اینٹ کے تھے۔ ٹیوں کو مٹی سے ٹھیکر علیحدہ علیحدہ حجرے بنا دیئے جاتے
 تھے۔ چھت کجور کے لکڑی اور پتوں سے پائی جاتی تھی اس قدر بلند ہوتی تھی کہ آدمی ہاتھ
 اٹھاتا تو چھت سے جا لگتا۔

ہجرت کے آغاز خلافت صدیقی تک دس برس کا زمانہ سیرۃ نبوی کا زمانہ ہے اگر اس
 عہد کے کل واقعات مفصل لکھے جائیں تو ایک جزو اعظم سیرۃ رسالت کا بیان کرنا ہو گا۔
 جو اس رسالے کا موضوع نہیں اگر بالکل چھوڑ دیئے جائیں تو سیرۃ صدیقی کا ایک عظیم شے
 حصہ ترک ہوتا ہے۔ اسلئے میں بھی وہی مسلک اختیار کرتا ہوں جو علامہ شبلی نے الفاروق میں
 اختیار کیا ہے یعنی واقعات کا مجمل بیان اور اُن کے ضمن میں حالات صدیقی کا خصوصیت سے
 اظہار۔

غزوہ بدر | اوپر کے بیانات کے فی الجملہ اندازہ اُن مصائب اور تکالیف کا ہوتا ہے جو حضرت
 سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مشرکین مکہ کے ہاتھ سے پہنچی تھیں۔ نیز اُس شان
 رضا و تسلیم کا جو ذات اقدس اور مسلمانوں کی جانب سے عیاں ہوئی۔ اُس زمانے میں کفار
 نے اپنی تمام کوشش اذیت اور تکلیف پہچانے میں صرف کی تھی۔ مدینہ پہنچنے کے بعد اُنہوں

نے نور اسلام کو آب شمشیر سے بھجوانا چاہا۔ اسلئے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوت
ایمان و اسلام کا اظہار فرمایا اور قیام مدینہ میں غزوات کا ایک سلسلہ جاری رہا۔ تمام
غزووں میں بدر کا غزوہ افضل و اشرف ہوا اور جو حضرات اس غزوے میں شریک تھے وہ
تمام مسلمانوں سے درجہ میں بڑھکر ہیں۔ بدر ساحل سمندر کی جانب مدینہ سے سات منزل
دور ایک کنواں تھا۔ ہر سال تین دن وہاں میلہ لگتا تھا۔ یہ غزوہ چونکہ اس موقع پر ہوا لہذا
بدر کے نام سے مشہور ہوئے۔ میں مشرکین مکہ نے ایک بڑی جمعیت فراہم کی جس میں قریش
کے تمام سردار اور چیدہ آدمی شریک تھے اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ
کرنیکے واسطے مدینہ کا قصد کیا۔ آپ کو جب کفار کے ارادہ کا حال معلوم ہوا تو آپ بھی مسلمانوں
کی فوج لیکر روانہ ہوئے اور بدر چکر مقام فرمایا۔ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تین سو تیرہ تھی
انہیں ستر مہاجرین تھے اور دو سو چھپیس انصار۔ تمام شکر میں صرف ستر اونٹ اور
تین گھوڑے تھے جن پر باری باری سے مجاہدین سوار ہوتے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت مرثد غنوی کی سواری میں ایک اونٹ تھا۔ کفار
کی جمعیت ایک ہزار تھی جن میں سو سوار تھے۔ میدان بدر میں جب آپ نے لشکر اسلام کی صفیں
ترتیب دیں اور مسلمانوں کی قلت بے سروسامانی اور کفار کی کثرت و شوکت دیکھی تو بارگاہ
الہی میں سہر سجدہ ہوئے اور غایت خضوع و خشوع سے دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ انْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ اَنْ اے اللہ تیرا جو وعدہ مجھے تھا وہ پورا فرما دے اے اللہ
تھلاکِ ہذا العصابة من اهل اگر تو اس گروہ اہل اسلام کو ہلاک کر دے گا تو پھر سطح زمین
الاسلام لا تعبد في الاخرى پر تیری عبادت نہوگی۔
عالم یہ تھا کہ آپ دعا میں مصروف تھے اور صدیق اکبر روا، مبارک کو آپ کے شانوں پر

اٹھائے ہوئے تھے۔ آخر عا ورجہ اجابت کو پہنچی اور حضرت ابو بکر نے عرض کی :-

كُفَاكَ يَا بَنِي اللَّهِ يَا بَنِي اَنْتَ وَ اُمِّي اے اللہ کے بنی تم پر میرے باپ و ماں خدا ہوں۔
فَاَسَدُ تِلْكَ رَبِّكَ فَاَنَّهُ سَيَنْزِلُكَ وَعَدَ بارگاہ الہی میں آپ کی مناجات کا میاب ہوئی جو آپ سے
وعدہ تھا وہ عنقریب پورا فرمائیگا۔

اس پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا ختم فرمادی اور یہ کہتے ہوئے میدان میں تشریف
لائے :-

سُبِّهْتُمْ اَجْمَعِ وَيُؤْنِ الدِّبَرِ جماعت کفار کو عنقریب شکست دیجائیگی! وروہ پیٹھ پھر کر جائیگی
اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہوا یہ پاک میں

اِذْ تَسْتَفِئُونَ رَبَّكُمْ فَاَسْتَجَابَ لَكُمْ يٰ اُوْكَرُوْا سُنُّنَ کو جبکہ تم فریاد کرنے لگے تھے اپنے رب سے اُس نے
اَنْتُمْ كُمْ بِالْفِ مِنْ الْمَلٰئِكَةِ عَزَّ وَجَلَّ قبول فرمائی تمہاری دعا کہ میں تم کو دو گنا ہزار فرشتوں جو گناہ آرائیوں
صحابہ کرام نے ایک چھوٹا سا سلسلہ بان حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کیوں کی

میدان جنگ کے کنارے پر بندویا تھا۔ اُس میں آپ تشریف فرما تھے اور حضرت ابو بکر شمشیر
برہنہ لئے حفاظت پر کمر بستہ۔ جب معرکہ کارزار گرم ہوا اور آپ نے بذات خاص کفار پر حملہ فرمایا
تو سردار مہمہ حضرت ابو بکر تھے اور سردار میرہ حضرت علی مرتضیٰ صدیق اکبر کے بیٹے عبدالرحمن
اُس وقت تک کافر تھے اور لشکر مشرکین میں شامل۔ حضرت صدیق نے اُن کو دیکھا تو طیش
میں آکر لکڑا اور کہا اِنَّ مَالِيْ يٰ اَخِيَّتْ اُوْپِلِدِ میری حقوق کیا ہوئے اُنھوں نے جواب دیا
لَمْ يَبْقَ غَيْرَ شِكَّةٍ وَ يَعْجُوْبُ + وَ صَادِرُ صرف دستہ و تیر سمنہ تیز گام باقی ہے اور گمراہی
يَقْتُلُ صَلَاحُ الشَّيْبِ پیری کی قاتل تلوار۔

اسلام لائیکے بعد ایک بار حضرت عبدالرحمن نے اپنے والد سے کہا کہ غزوہ بدر میں ایک موقع

پر آپ میری زور پر آگئے تھے لیکن میں نے بچا دیا۔ یہ یُنکر کہا کہ تو میری زور پر آجاتا تو میں کبھی
 نچھوڑتا۔ آخر کار مسلمانوں کو فتح اور مشرکوں کو شکست نصیب ہوئی۔ صنادید کفار اس معرکہ
 میں قتل ہوئے مثلاً۔ ابوہل۔ عتبہ بنیہ

غزوہ اُحد ماہ رمضان | غزوہ بدر کے ایک سال بعد مشرکین مکہ ابوسفیان کے پاس جمع ہو کر گئے
 سبھی روزِ شنبہ اور اپنے مقتول اغزہ کے انتقام میں مدد چاہی۔ ابوسفیان نے مقتولین

بدر کے انتقام کا اہتمام کیا۔ مالی مدد دی۔ قبائل میں نقیب بھیجے کہ جوش دلا کر حضرت سرور
 عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے پر آمادہ کریں۔ الغرض تین ہزار پر جوش مشرکوں کا لشکر لیکر
 ابوسفیان روانہ ہوا۔ عورتیں بھی ساتھ تھیں تاکہ مردوں کو غیرت دلا کر بھاگنے سے روکے ہوں
 مدینہ کے قریب اُحد نامی اک پہاڑ پر یہ غزوہ اُس پہاڑ پر ہوا تھا اسلئے غزوہ اُحد کے نام سے مشہور
 ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حملہ کفار کی خبر شکر مع ایک ہزار مسلمانوں کے مدینہ سے روانہ
 ہوئے۔ راستہ میں عبد اللہ بن ابی سہر کو وہ منافقین کی دراندازی سے لشکر اسلام میں تفرقہ
 پڑ گیا۔ ایک ثلث آدمی منافق مذکور کے ساتھ واپس چلے گئے۔ اور مسلمانوں کی جمعیت کم ہو کر
 سات سو رہ گئی۔ میدان اُحد میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کی پشت پر جو راستہ
 تھا اُس پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین فرما کر ہدایت
 کی کہ بدون حکم اپنی جگہ سے کسی حالت میں جنبش نہ کریں۔ مقابلہ شروع ہوا مشرکین کی عورتیں
 صفوں کی پشت پر ڈھول بجا بجا کر جوش انگیز اُتار کانی جاتی تھیں۔ بڑے زور کارن پڑا
 مسلمانوں کے حملہائے مردانہ نے لشکر کفار کی صفیں الٹ دیں اور جمعیت کفر میں تفرقہ
 ڈال دیا۔ تیر اندازوں کے دستے نے دشمنوں کی نہریت دیکھی تو اپنی جگہ چھوڑ کر مشرکوں کے
 خیمے لوٹنے لگے۔ اس سے مسلمانوں کی فوج کا پچھا کھل گیا۔ اسی عرصے میں کسی نے مشہور

کر دیا کہ رسول اللہ مقبول ہو گئے۔ کفار نے اس موقع کو غنیمت جیال کر کے اپنی جمعیت پھر قائم کی اور دوبارہ بڑے زور کا حملہ کر کے مسلمانوں کے لشکر کے اندر گھس آئے۔ لشکر اسلام میں تفرقہ شدید پڑ گیا۔ کافروں کی ایک جماعت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچی۔ ایکے لب مبارک پر پتھر مارا جس کے صدمے سے ہونٹ شق ہو کر ایک دانت ٹوٹ گیا۔ دوسرے نے پیشانی اقدس پر تیسرے نے چہرہ منور پر۔ ان متواتر زخموں کی وجہ سے چہرہ مبارک پر خون بکثرت بہنے لگا۔ آپ خون پونچھتے اور فرماتے:-

کیف یفلح قوم خضبوا وجه نبیہم وهو وہ قوم کسطح فلاح یا یگی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون میں عوہم الی ربہم سے رنگین کر دیا حالانکہ وہ انکو انکے رب کی طرف بلائیں

اسی حالت میں کفار نے ریلادیا اور آپ زخموں کے صدمے سے بیہوش ہو کر ایک غار میں گر گئے جس میں مسلمان شہداء کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ جب جمال مبارک نگاہ سے دور ہو گیا تو مسلمانوں کی پریشانی و تشویش کی انتہا نہ رہی۔ اور فرط اضطراب میں ہر طرف پھرنے لگے بالآخر سینہ اور اس مقام پر آئے جہاں آپ تھے۔ محدث مشہور عالم کا قول ہے کہ سب سے اول اس موقع پر پہنچی حضرت ابو بکر نے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔ حضرت علی نے دست مبارک پکڑا اور حضرت طلحہ نے سہارا دیا اور آپ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ خود کی جو کڑیاں پتھروں کے صدمے سے چہرہ اقدس میں گھس گئی تھیں انکو حضرت ابو عبیدہ نے دانتوں سے پکڑ پکڑ کر نکالا جس کے صدمے سے خود ان کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ مالک بن سنان نے چہرہ مبارک سے خون صاف کیا۔ اس وقت صحابہ کرام نے بتیاب ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ کفار کے حق میں بددعا کیجئے فرمایا کہ میں بددعا کے واسطے نہیں بھیجا گیا اور دعا فرمائی اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ سمجھتے نہیں۔ اسی عرصے میں کفار کی ایک جماعت

پھر آپ کی طرف بڑھی۔ حضرت زیاد بن سکن نے پانچ انصار کو ساتھ لیکر جو انہری سے روکا
 اور مع رفقا اسی موقع پر شہید ہو گئے۔ جب نے یادہ زخموں سے چور ہو کر گرے تو حضرت سرور عالم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُن کو اٹھا کر میرے پاس لاؤ۔ آئے تو پائے مبارک
 پر اُن کا سر رکھ لیا اور اُس جاں نثار نے اس حالت میں جاں دی کہ رخسارہ قدم مبارک
 پر رکھا ہوا تھا۔ رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو دجانہ سپر منکر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر
 جھاک گئے تھے اور حضرت سعد بن ابی وقاص آپ کے پاس کھڑے ہوئے کفار پر تیر برسارہے
 تھے۔ خلاصہ یہ کہ اس کوشش اور جانفشانی سے کفار کو مسلمانوں نے ذات گرامی کے حملوں
 سے روکا۔ اسی وقفے میں باقی مسلمانوں نے سنبھل کر جمعیت پھر قائم کی اور کفار پر حملہ آور
 ہوئے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم درہ کوہ کے اوپر تشریف لائے۔ حضرت ابو بکر
 حضرت عمر حضرت علی حضرت طلحہ حضرت زبیر سمراہ تھے۔ یہاں خالد بن ولید نے اپنے سواروں
 کی جمعیت سے آپ پر حملہ کرنا چاہا۔ آپ نے حضرت عمر کو حکم دیا اور انھوں نے کفار کو مار ہٹایا جب
 مشرکین نے دیکھا کہ آپ حیات ہیں اور مسلمان خدمت میں کمر بستہ و مستعد تو اُن کے
 حوصلے پست ہو گئے۔ اور میدان چھوڑ کر بھاگے۔ حضرت حمزہ عم رسول اسی غزوہ میں شہید
 ہوئے۔ آغاز معرکہ میں حضرت ابو بکر کے بیٹے عبدالرحمن نے میدان میں آکر اپنے مقابلے کے
 واسطے حریف طلب کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو بکر خود اُن کے مقابلے پر آمادہ ہوئے تلوار میان
 سے نکالی اور آپ میدان میں جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔
 شمشیر و امتعنا بکے۔ تلوار میان میں کرو اور ہم کو اپنی ذات سے متمتع ہونے دو۔
 بعد ہر میت کفار ستر سپاہی لشکر اسلام کے اُنکے تعاقب میں مامور ہوئے بمحکمہ اُن کے
 حضرت ابو بکر بھی تھے۔

غزوہ خندق | بدر اور احد کی ناکامی و نہر بیت کے بعد کفار مکہ میں تو حملہ آوری کی ہمت نہ رہی
شوال ۵۸ھ | تھی مگر اسی زمانے میں ایک اور دشمن اسلام پیدا ہو گیا تھا۔ یعنی یہود۔ مدینہ

اور نواح مدینہ میں یہودی کثرت سے آباد و آسودہ تھے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
اور یمن اسلام کو انہوں نے اپنا بیج کن خیال کر کے مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ یہ لوگ خود
تو مرد میدان نہ تھے لیکن سازش و فساد کا پورا ملک رکھتے تھے۔ اہل مکہ کے پاس وفد بھیج کر
پھر مخالفت پر آمادہ کیا۔ اہل مکہ سے مطمئن ہونے کے بعد وفد نے قبائل میں دورہ کر کے
سہرے جگہ جوش خجک تازہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دس ہزار نہرو آزما دشمنان اسلام پھر آمادہ ہو گئے
حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس مہم کی اطلاع ملی تو آپ نے حفاظت کیلئے
مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا اہتمام فرمایا۔ خود یہ نفس نفیس خندق کھودنے میں شرکت
فرماتے تھے۔ مسلمانوں نے اس محنت و جانفشانی سے کام کیا کہ لشکر کفار کے مدینہ پہنچنے
سے پہلے پہلے خندق کھد کر تیار ہو گئی۔ مشرکین کی فوج دس ہزار تھی مسلمانوں کی تین ہزار
موسم نہایت سرد تھا۔ سامان رسد قلیل۔ باوجود ان تمام مشکلات کے اہل ایمان نے
مروانہ وار مقابلہ کیا اور برابر ثابت قدم رہے۔ دشمنوں نے ایک مہینے تک محاصرہ رکھا اور
متواتر حملے کئے لیکن ہر مرتبے تک اٹھائی۔ لشکر اسلام کا ایک دستہ حضرت صدیق کے
ماتحت خندق کے ایک حصے کی حفاظت پر مامور تھا۔ اس موقع پر بعد کو مسجد بنا دی گئی
جو مسجد صدیق کے نام سے مشہور اور شاہ ولی اللہ صاحب کے زمانے تک موجود تھی۔

حدیبیہ ذیقعدہ ۶۱ھ | حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ادائے عمرے
کے واسطے مکہ کو روانہ ہوئے۔ احرام باندھے ہوئے تھے قربانی کے جانور ہمراہ

۱۵ حدیبیہ۔ مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر چوٹا سا گانو تھا۔

تھے۔ آپ نے اس امر کا اعلان اچھی طرح فرمادیا تھا کہ مقصود صرف زیارت بیت اللہ ہے نہ مخالفت یا مخالفت۔ مہاجرین انصار اور قبائل کے چودہ سو آدمی ہمہ کاب تھے انصار سفر میں یہ اطلاع ملی کہ قریش راستہ روکے ہوئے ہیں اور باہم یہ عہد کر چکے ہیں کہ آپ کو مکہ میں نہ داخل ہونے دیں گے۔ آپ نے یہ حال سنکر وہ راستہ چھوڑ دیا اور دوسرے راستہ سے ایک منزل طے فرما کر بمقام حدیبیہ قیام فرمایا۔ بعد قیام حسب عادت آپ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا بعد مشورہ حضرت ابو بکر کی رائے پسند فرمائی گئی۔ اس مقام پر قریش کے متعدد ایلمچی حاضر ہوئے اور آپ سب کو اطمینان دلایا کہ محض زیارت کعبہ کا ارادہ ہو کوئی نزاع یا مخالفت پیش نظر نہیں۔ ایلمچی اہل مکہ کو آپ کی جانب سے مطمئن کرتے تھے مگر قریشیوں کا شک کسی طرح رفع نہ ہوا۔ آخر عروہ بن مسعود قریش کی طرف سے ایلمچی ہو کر آیا۔ اور اس نے اہل مکہ کا غم و اہتمام جنگ نہایت شد و مد کے ساتھ بیان کیا۔ حضرت ابو بکر اس وقت حاضر تھے۔ عروہ کی لن ترانی سنکر ضبط نہ کر سکے اور کہالات عنے کے پوچھنے والے مشرکوں کا یہ استہام ہو تو کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدد سے منہ موڑ لیں گے۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا ابن ابی قحافہ۔ عروہ نے کہا کہ اگر ابو بکر کے احسان مجھ پر نہ ہوتے تو میں اس کا جواب دیتا لیکن میں ان کے احساؤں کا خیال کر کے درگزر کرتا ہوں۔ جب دھر کے ایلمچیوں کو کامیابی نہ ملی تو آپ نے خود اپنا ایلمچی خاص سواری کے اونٹ پر بھجایا۔ اس کے ساتھ یہ سلوک ہوا کہ اونٹ کے پاؤں قلم کر دیئے گئے۔ آپ نے اس کے بعد حضرت عثمان کو بھیجا۔ جب انھوں نے پیام رسالت ابوسفیان وغیرہ اعیان قریش سے بیان کیا تو جواب دیا کہ تمکو طواف بیت اللہ کی اجازت ہے۔ حضرت عثمان نے کہا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ فرما

میں طواف نہیں کر سکتا۔ طیش میں آکر قریش نے اُنکو نظر بند کر دیا۔ لشکر اسلام میں خبر پہنچی کہ
 کہ عثمان قتل کر دیے گئے۔ یہ سُن کر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اب
 جب تک عثمان کے خون کا بدلہ نہ لے لیا جائے معاودت ممکن نہیں۔ چنانچہ تمام مسلمانوں کو
 جمع فرمایا اور اُنسے مقابلہ دشمن کی بیعت لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رخت کے زیرِ ستا
 کھڑے تھے۔ ایک ایک مسلمان آتا تھا اور دست مبارک پکڑ کر اقرار کرتا تھا کہ جب تک تن میں
 جان ہر دشمن کے مقابلے سے منہ نہ موڑوں گا۔ یہ بیعت تاریخ اسلام میں بیعتہ الرضوان کے
 نام سے مشہور ہے۔ اور اسی کی نسبت کلام مجید میں ارشاد ہے:-

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ
 یہ بات تحقیق ہے کہ اللہ مومنوں سے خوش ہوا جس وقت کہ
 تجھے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

چونکہ حضرت عثمان غیر حاضر تھے اسلئے آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ میں لیکر اُنکی جانب سے
 بیعت کی۔ بعد بیعت معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کے قتل کی خبر غلط تھی۔ او دہر مسلمانوں کا یہ
 غم دیکھ کر قریشیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور سہیل نامی قاصد کے زبانی یہ پیام بھیجا کہ اس
 سال مسلمان واپس جائیں آئندہ سال داخلہ مکہ اور زیارت بیت اللہ کی اجازت دی جائیگی۔
 اب اگر مسلمان داخل مکہ ہوئے تو ہم کو لذت ہے کہ عرب خیال کریں گے کہ قریش مسلمانوں سے دیکھے
 طویل مباحثے کے بعد شرائط صلح طے ہوئیں اور معاہدہ قلمبند ہونے لگا۔ شرائط صلح سے بظاہر کفار کی
 کامیابی ثابت ہوتی تھی۔ حضرت عمر کو اس سے اضطراب ہوا اور وہ چھٹکر حضرت ابوبکر کے پاس
 گئے اور فاروقی لہجے میں اپنا خیال ظاہر کیا۔ حضرت ابوبکر نے سُن کر جواب دیا:-

آپ کی رکاب تھامے رہو۔

أَلِزِمْ عَوْنَهُ

اس الفاظ بیعت میں اختلاف روایت ہے بعض نے موت لکھا ہے بعض نے عدم فرار۔ ۱۲۔

اس سے بھی اطمینان نہوا تو فاروق اعظم نے اپنا خیال خود حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر کیا آپ نے فرمایا کہ میں وحی ربانی کے مطابق عمل کر رہا ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے۔ الغرض حضرت علی نے معاہدہ تحریر فرمایا۔ بعد تکمیل مسلمانوں کی جانب سے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ وغیرہ صحابہ کرام کے دستخط ہوئے۔ بعد معاہدہ آپ نے اسی مقام پر ارکانِ عمرہ ادا فرما کر مدینہ کو مراجعت کی۔ راستہ میں سورۃ الفتح نازل ہوئی جس میں صلح حدیبیہ کو فتحِ مبین سے تعبیر فرمایا ہے۔ امام زہری کا قول ہے کہ اسلام میں اس سے پہلے کوئی فتح واقعہ حدیبیہ سے بڑھ کر نہیں ہوئی تھی۔ اب تک مسلمان اور کافروں ملتے تھے لڑنے کے واسطے اب صلح کی وجہ سے آشتی کے ساتھ ملنے لگے۔ اور کافروں کو احکامِ اسلام باطمینان سننے کا موقع ملا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو زرا بھی باشندہ تھے مسلمان ہو گئے۔ اور صلح حدیبیہ کے بعد دو سال کے عرصہ میں اس قدر مسلمان ہوئے کہ جب قدر اُس سے پہلے ۱۹ برس کے زمانے میں ہوئے تھے بلکہ اُس سے بھی زیادہ۔ ابن ہشام کا مقولہ ہے کہ امام زہری کے قول کی دلیل یہ ہے کہ حدیبیہ میں چودہ سو آدمی حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اس کے دو سال ہی کے بعد فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار تھے۔

حدیبیہ سے مراجعت فرمانے کے بعد حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خیبر مختصر مینے سے زائد مدینہ میں قیام فرمایا اور آخرِ محرم میں یہودیوں کا فتنہ فرو کرنے کے ارادہ سے خیبر کو تشریف لے گئے۔ خیبر بہت سے قلعوں کا مجموعہ اور یہودیوں کا ملجاؤں کا تھا۔ یہودی قلعہ بند ہو کر لڑے اور مختلف قلعوں پر معرکے ہوئے۔ لشکرِ اسلام کا بڑا سفید نشان حضرت بشیر خدا کے سپرد تھا۔ ایک قلعہ پر حضرت ابوبکر امیر شکر مقرر ہو کر گئے۔ مگر فتح نہوا دوسرے

روز حضرت عمر نے حملہ کیا وہ بھی کامیاب نہ ہوئے۔ تیسرے روز حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج میں ایسے شخص کو امیر شکر بنا کر نشان دوں گا جو خدا اور اُس کے رسول کو دوست رکھتا ہو اور جو بھاگنے والا نہیں اُس کے ہاتھ سے قلعہ فتح ہوگا۔ چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ کو نشان ملا اور حملہ حیدری سے قلعہ سر ہو گیا۔ خیبر صفر ۳۱ھ میں فتح ہوا۔

فتح مکہ رمضان ۳۱ھ جو معاہدہ صلح حدیبیہ میں ہوا تھا کفار قریش نے جلد توڑ ڈالا۔ قبیلہ خزاعہ پر جو مسلمانوں کا حلیف (ہم پیمان) تھا، قبیلہ بنو بکر نے حملہ کیا یہ قبیلہ قریش کا حلیف تھا۔ خلاف شرائط معاہدہ قریش نے اپنے میل والوں کو مدد دی، انتہا یہ کہ قبیلہ خزاعہ کو جو ارکعہ میں بھی پناہ نہ ملی۔ اور حرم کے اندر قتل کئے گئے۔ آخر انھوں نے اپنا قاصد فریاد لیکر بارگاہ رسالت میں بھیجا۔ جس وقت ابن سالم اُن کا ایلمچی حاضر خدمت ہوا۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام مسجد نبوی میں رونق افروز تھے۔ ابن سالم نے ایک درناک نظم پڑھی جس میں مدد کی التجا تھی۔ اور قبیلہ خزاعہ کے مصیبت کی تشریح۔ اپنے شکر فرمایا کہ تمکو مدد ملیگی۔ اسی عرصہ میں دوسرا وفد طلب مدد کے واسطے حاضر ہوا۔ دسویں رمضان المبارک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مع دس ہزار لشکر کے مکہ کی طرف کوچ فرمایا۔ آپ کے عم بزرگوار حضرت عباس نے اس کا اندازہ کر لیا تھا کہ اگر کفار نے لشکر اسلام کا مقابلہ کیا تو کیا مصیبت نازل ہوگی۔ اس لئے آگے بڑھ کر قریش کی اطاعت کا پیام آپ کی خدمت میں پیش کیا جو منظور ہوا۔ اور سب کی جان بخشی کا اعلان فرما دیا گیا۔ چند مشرک جو اسلام کے شدید دشمن تھے امان سے محروم رہے۔ اُن کا نام لیکر فرما دیا گیا کہ اگر کعبہ کے دروازے میں بھی پٹے ہوئے ملیں تو قتل کر دئے جائیں۔ اس موقع پر خیال کرنا چاہئے کہ یہ وہ اہل مکہ تھے جنہوں نے تیرہ برس تک انتہائی سفاکی اور ظلم کے ساتھ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو اذیتیں

پہنچائی تھیں۔ وطن سے بے وطن کیا۔ مدینہ میں بھی برسوں چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ آج جب س ہزار جاں نثار ہرکاب ہیں۔ مکہ کے فتح ہونے اور کفار کو سزائے کردار ملنے کا وقت آیا ہے تو شانِ رحمت کا ظہور ہوتا ہے اور بیدارِ نبیؐ دولتِ امن و امان لٹائی جاتی ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ جو اپنے دروازے بند کر کے گھروں میں بیٹھ جائیں محفوظ۔ جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لیں اُن کا خون معاف۔ زراسو جو ابوسفیان کس کا نام تھا۔ جن لوگوں کی نسبت یہ عتاب تھا کہ خانہ کعبہ کے پرے بھی اُن کو امان و پناہ نہیں اُن کی بھی سفارشیں ہوتی ہیں اور خطا معاف ہو جاتی ہے۔ اس واقعہ عظیم کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھو کہ یورپ کے منصف مزاج مصنف بنی کریم (علیہ فضل الصلوٰۃ والسلام) کی تصویر ایک ایسے خوشخوار شخص کی شکل میں پیش کرتے ہیں جو جوشِ انتقام میں بخود ہو۔ فتح مکہ کے بعد حضرت ابو بکر اپنے والد ابو قحافہ کو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تاکہ اُنکو تلقینِ اسلام فرمائیں۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ ابو بکر تم نے شیخ (بڑے میاں) کو مکان پر رہنے دیا ہوتا میں خود اُن کے پاس چلتا۔ عرض کی یا رسول اللہ اُنہی کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے تھا۔ آپ نے ابو قحافہ کو سامنے بٹھایا اور سینہ پر دست مبارک پھیر کر فرمایا اِسلم۔ اِسلم لے آؤ۔ ابو قحافہ نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔

حنین فتح مکہ نے قریش کی مخالفت کا تو خاتمہ کر دیا اور وہ ہمیشہ کے واسطے اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ لیکن نواحِ مکہ میں نہوز جوشِ مخالفت برپا تھا۔ قبیلہ ہوازن کے سردار مالک بن عوف نے اپنے قبیلہ کو جمع کیا۔ ہوازن کے حلیف ثقیف وغیرہ قبائل بھی فراہم ہوئے اور سب نے ملکر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے کا عہد کیا۔

۱۔ حنین ایک اُدی مکہ سے تین منزل ہے ۱۲

ورنہ دجو ایک اہل الرائے سن رسیدہ شخص تھا، مالک کو بہت سمجھایا کہ مسلمانوں کا مقصد
 نہیں کرنا چاہیے مگر مطلق اثر نہ ہوا۔ جب آپ کو ان قبائل کے ارادہ کی خبر ہوئی تو آپ نے حضرت عبداللہ
 اسلمی کو دریافت حال کے واسطے بھیجا۔ انھوں نے واپس آکر بیان کیا کہ قبائل ہوازن وغیرہ
 پوری طرح آمادہ پیکار ہیں۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے کوچ کا حکم دیا۔ علاوہ
 اُن دس ہزار آدمیوں کے جو مدینہ سے آئے تھے دو ہزار اہل مکہ بھی ساتھ ہوئے۔ اس طرح
 بارہ ہزار آدمیوں کی جمیعت رکاب سعادت میں تھی وادی حنین میں مقابلہ ہوا قبائل کے لشکر
 مخالف کے غم و ثبات کا یہ عالم تھا کہ ایک یوارا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ معرکہ کارزار گرم ہوا
 مسلمانوں کے قدم اول ہی چلے میں اکھڑ گئے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل اسلام
 کی جمیعت قائم کرنے کی کوشش فرمائی۔ لیکن تفرقہ نہ مٹ سکا۔ اُس وقت آپ کی خدمت میں
 صرف چند مہاجرین و انصار حاضر تھے باقی تمام لشکر متفرق ہو گیا تھا۔ منجملہ حاضرین حضرت
 ابوبکر و حضرت عمر تھے۔ اہل بیت میں سے حضرت علی۔ حضرت عباس۔ حضرت فضل بن عباس
 حضرت اسامہ بن زید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلائی حضرت ام ایمن کے بیٹے حضرت
 امین (جو اُسی روز شہید ہوئے) حاضر تھے حضرت عباس آپ کے سفید خچر کی باگ تھامے ہوئے
 تھے۔ وہ نہایت جسم اور بلند آواز تھے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو حکم دیا
 کہ باواز بلند پکارو: یا معشر الانصار یا معشر اصحاب سمرہ، اس ندا کے سامنے سارے
 تفرقے اور ابتری نے سپردِ الدی۔ اوہر عم رسول نے باواز بلند پکارا یا معشر الانصار یا معشر
 اصحاب سمرہ او دبر لبیک لبیک کی صدا سے جنگل کو بخ اٹھا۔ گلہ نے اپنے راہی کی آواز بھائی
 لی اب بتیابی کا یہ عالم ہے کہ اونٹ قابو میں نہ آئے تو سب نے آہنی زرخیں اتار کر ان کی
 گردنوں پر ڈال دیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے اور شمشیر بکھیر پروانہ وار شمع رسالت (روحی فداہ)

کے گرد جمع ہو گئے۔ جس وقت سوادمی فراہم ہو گئے بلکہ کا حکم دیا گیا۔ اُن کی جانبازی دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسرور ہوئے اور فرمایا اب معرکہ کارزار میں گرمی آئی حضرت شیر خدا اور ایک نصاریٰ نے ملکر دشمن کے نشان بردار پر حملہ کیا۔ حضرت علی نے اونٹ کے پاؤں کاٹ دیئے وہ گرا تو نصاریٰ نے ایک ہاتھ میں سوار کا کام تمام کر دیا۔ اسی عرصے میں مسلمانوں کی جمعیت زیادہ ہو گئی اور میدانِ اعدا سے جیت لیا۔ جب لشکر کا آخری حصہ لوٹ کر میدان میں آیا تو اُس نے دیکھا کہ قیدی مشکیں کسے میدان میں پڑے تھے۔

بتوک رجب | اسلام کی آفتاب اب ورتک نگاہوں کو خیرہ کرنے لگی اور کفر کے حلقوں میں ہلکے بڑھتا گیا۔ پر خاش اور مخالفت کا دائرہ عرب اور یہود سے

گزر کر روم تک چل پڑا۔ اسی سلسلے میں فتح مکہ سے پہلے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فہم رومیوں کے مقابلہ پر روانہ فرمائی۔ جو سیرت میں غزوہ موتہ کے نام سے مشہور ہو

اسی معرکہ میں حضرت جعفر طیار اور حضرت زید بن حارثہ شہید ہوئے (رضی اللہ عنہما) اب مدینہ خیر پہنچی کہ خود ہر قل روم باتفاق نصارائے عرب حملہ پر آمادہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شر کے دفع کرنے کی تیاریاں شروع فرمائیں۔ یہ مہم ایک بڑی سلطنت کے

مقابلے پر تھی اور منزلِ ورود راز عرب میں قحط پڑا ہوا تھا۔ اسی مناسبت سے اس غزوہ کا نام حبش العسرة (مصیبت کا لشکر) ہے سب پر طرہ یہ کہ موسم کجوروں کے پختہ ہونے کا تھا

اس موسم میں اہل مدینہ باہر نہیں جاتے تھے۔ باغوں میں درختوں کے نیچے کجوریں جمع کرتے اجاب کے ساتھ ملکر کھاتے کھلاتے۔ ان اسباب سے منافقین نے خوب نفع اٹھایا اور دل

کھول کر مسلمانوں میں تفرقہ اور فہم میں خلل ڈالا۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱۰ بتوک شام کا سرحدی شہر مدینہ سے قریب ڈیرہ سوہیل ہے۔

مسلمانوں و ملتذوں کو تیاری لشکر میں مدد دینے کی ترغیب فرمائی۔ حضرت عمر نے خود بیان کیا ہے کہ جس وقت لشکر تبوک کی اتفاق (چندہ) کا ارشاد ہوا اُس وقت میں خوب مالدار تھا میں نے دل میں کہا کہ اگر ابوبکر سے آگے بڑھ سکتا ہوں تو وہ یہی موقع ہے۔ گھر گیا اور بہت سا مال لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا فرمایا عمر بال بچوں کے واسطے کیا چھوڑا۔ جواب یا اسقدر۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر نے اپنا اتفاق (چندہ) پیش کیا۔ استفسار ہوا ابوبکر بال بچوں کے لئے کیا رکھا۔ عرض کی :-

أَبْقَيْتُ لَهُمْ اللَّهُ وَمِنْ سُوْلِهِ اَنْ كَسْبَ اللّٰهَ اور اُس کا رسول رکھ لیا ہے۔

(یعنی مال ظاہری کچھ نہیں چھوڑا) یہ سنکر حضرت عمر نے کہا کہ میں ابوبکر سے کبھی بازی نہیں لیجا سکتا۔ لشکر تبوک کے جائزہ اور امامت کا منصب اور بڑا نشان حضرت ابوبکر کے سپرد تھا۔ فوج کی تعداد پیش ہزار تھی۔ تبوک بچپن کا معلوم ہوا کہ دشمن نے اپنے مقام حلیہ میں نہیں کی یوحنا حاکم ایلینا نے حاضر ہو کر صلح کی درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان صلح عطا فرمایا اور مع الحیر مدینہ کو معاودت فرمائی۔

حج ۹ | ذی الحجہ ۹ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ حج مکہ کو روانہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر امیر حج مقرر ہوئے۔ اسلام میں یہ پہلے امیر حج ہیں۔ بیس جانور قربانی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اور پانچ خود ان کے ہمراہ تھے۔ تین سو آدمیوں کا قافلہ تھا۔ اس سال مومن و مشرک دونوں نے حج ادا کیا اُس کے بعد مشرکوں کے واسطے داخلہ حرم ممنوع ہو گیا۔ اسی حج کے زمانے میں سورہ برأت کی تبلیغ حضرت علی مرتضیٰ نے باواز بلند متواتر منجانب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائی :-

وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۱۲۔ ربیع الاول ۱۲ھ

۱۱۔ ۱۲ھ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا فرمایا
چونکہ یہ حج آپ کا آخر حج تھا اور خطبے میں اپنے اس کا اعلان فرمادیا

تھا۔ اسلئے اس کا لقب حجۃ الوداع ہو۔ معاودت فرمائیے بعد مزاج اقدس ناساز ہوا۔ آخر
یا شروع ربیع الاول میں علالت وفات کی ابتدا ہوئی۔ ایک وز نصف شب کے وقت آپ
گورستان بقیع کو (جہاں آپ کے رفقا دفن ہیں) تشریف لیگے۔ ابو موہبہ آپ کے غلام سے
روایت ہے کہ اس شب کو مجھ کو یاد فرما کر ارشاد کیا کہ اہل بقیع کے واسطے دعائے مغفرت کرنیکا
حکم مجھ کو ہوا ہے تم ہمراہ چلو۔ چنانچہ میں ساتھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور کے وسط
میں قیام فرما کر کہا۔

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْمُقَابِرِ لَيْسَ
لَكُمْ مَا أَصْبَحْتُمْ فِيهِ مِمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ
فِيهِ تَبْلَعُ آخِرُهَا وَأَوَّلُهَا الْآخِرَةُ شَرُّ
مِنَ الْأُولَى
اے بقیع کے قبروں میں سونے والو تم جس حال میں ہو
وہ بہت اچھا ہے اس حال سے جس میں زندہ انسان ہیں۔ تار
راستہ حصوں کی طرح فتنے چلے آ رہے ہیں پھلا فتنہ اگلے
کو لگے لیتا ہے اور اگلے سے پھلا بدتر ہے۔

اس کے بعد میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے ابو موہبہ میرے سامنے دنیا کا ابدی قیام اس کے
خزانوں کی کنجیاں اور جنت پیش کی گئی ہیں۔ اپنے رب کے دیدار اور جنت کو انتخاب کر لیا
میں نے کہا میری ما باپ آپ پر قربان۔ دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اور یہاں کا ابدی قیام
پسند فرمایا لیجئے۔ آپ نے فرمایا نہیں میں تقار ربانی اور جنت پسند کر چکا۔ یہ فرما کر اہل بقیع
کو مغفرت کی دعا کی اور دولتانہ کو واپس تشریف لے آئے۔ حجرے میں پہنچے تو حضرت
عائشہ کے سر میں دھڑکا آپ نے فرمایا میرے سر میں بھی درد ہے۔ یہی آغاز مرض تھا۔ جو رفتہ
رفتہ بڑھتا گیا۔ دوران مرض میں بھی حسب معمول آپ باری باری سے ازواج مطہرات کے پاس

۱۲۔ جَلَّتِ الْفِتْنَةُ لِقَطْعِ السِّلِ الْمُنْطَلِقِ

قیام فرماتے رہے جب مرض کی زیادہ شدت ہوئی تو سب بیویوں کو جمع فرما کر ایام مرض میں حضرت عائشہ کے یہاں قیام کی اجازت حاصل کی۔ بعد اجازت حضرت علی اور حضرت فضل بن عباس کے شانوں پر دست مبارک رکھ کر حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف لے آئے سر بند ہوا تھا اور پاؤں فوط ضعف زمین پر کھینچے جاتے تھے۔ زمانہ علالت میں ایک روز مسجد میں تشریف لائے منبر پر بیٹھ کر اول شہدائے اُحد کے واسطے دعائے مغفرت کی اُس کے بعد فرمایا:-

إِنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللَّهِ خَيْرُهُ اللَّهُ
بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ
مَاعِنْدَ اللَّهِ۔
یعنی اللہ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو اختیار کر دیا کہ وہ دنیا اور قرب الہی میں سے جسے چاہے پسند کر لے اُس نے اللہ کے قرب کو پسند کر لیا۔

حضرت ابو بکر فرستایمانی سے اس قول کی تہ کو پہونچ گئے۔ رونے لگے اور کہا:-

بَلْ تَفْدِيكَ يَا لَفْنِسَا وَآبَائِنَا
نہیں بلکہ ہم اپنی جانیں اور اپنے باپ آپ پر سے قربان کر دینگے۔

آپ کے سکرارشاد فرمایا:-

عَلِيٌّ رَسَلْتُكَ يَا أَبَا بَكْرٍ
ابو بکر سنبھلو۔

پھر ارشاد فرمایا کہ جس قدر مکانوں کے دروازے صحن مسجد میں ہیں وہ سب بند کر دیئے جائیں مگر ابو بکر کے گھر کا دروازہ بدستور رہے۔ یہ کہہ کر فرمایا:-

فَإِنِّي لَا أَعْلَمُ أَحَدًا كَانَ أَفْضَلَ فِي
الصُّحْبَةِ عِنْدِي بِدَأْمٍ مِنْهُ فَإِنِّي لَوَكُنْتُ
مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَأَخْتَضُّتُ أَبَا بَكْرٍ
خَلِيلًا وَلَكِنْ صُحْبَتُهُ وَإِخَاءُ إِيمَانٍ
میں کسی کو نہیں جانتا جو میرے نزدیک رفاقت میں باعتبار احسانات کے ابو بکر سے افضل ہو پس اگر میں کسی کو قلبی دوست بنانے والا ہوتا تو ابو بکر کو بناتا۔ مگر یہ صرف رفاقت اور اخوة ایمانی

شیر
الہی کا ایک شہید اور اُس کے تابع ہوتی ہو
محبت ہوتی ہو تو وہ بھی محبت الہی کا ایک شہید اور اُس کے تابع ہوتی ہو
اگر کسی دوسرے پر محبت ہو تو وہ بھی محبت الہی کا ایک شہید اور اُس کے تابع ہوتی ہو
محبت ہوتی ہو تو وہ بھی محبت الہی کا ایک شہید اور اُس کے تابع ہوتی ہو

لے اپنا اور صدیقین کے قلب میں جو عظمت اور محبت خداوند تعالیٰ رکھتا ہو اُس کے ساتھ کسی دوسرے کا محبت

حَتَّى يَجْمَعَ اللَّهُ بَيْنَنَا عِنْدَهُ۔

یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ہم کو اپنے پاس جمع کرے۔

اس کے بعد مجاہدین کو تاکید فرمائی کہ انصار کے حقوق کا لحاظ رکھیں جبے ض کو اور زیادہ شدت ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو نماز کی امامت کریں یہ سن کر حضرت عائشہ نے کہا کہ نہ رَجُلٌ رَقِيقٌ ضَعِيفٌ الصَّوْتِ كَثِيرٌ وہ ایک نرم دل کمزور آواز کے آدمی ہیں جب قرآن البکاء اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنَ۔ پڑھتے ہیں تو بہت روتے ہیں۔

مطلب یہ تھا کہ امامت کا بار نہ اٹھا سکیں گے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز دوبارہ حکم فرمایا۔ چنانچہ پنجشنبہ کی عشا کے وقت سے حضرت صدیق نے امامت شروع کی اور اس طرح سترہ نمازیں حیات مبارک میں پڑھائیں۔ دو شنبہ کو نماز صبح کے وقت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ اٹھا کر باہر تشریف لائے۔ دروسر کی شدت کی وجہ سے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے صحابہ کرام کی جماعت اور نماز دیکھ کر چہرہ مبارک فرط مسرت دکنے لگا۔ آپ آگے بڑھے تو لوگوں نے رستہ دیدیا۔ حضرت ابوبکر سمجھ گئے کہ آنحضرت تشریف لاتے ہیں۔ پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ پیٹھ پر ہاتھ مار کر فرمایا صَلِّ بِالنَّاسِ۔ نماز پڑھاؤ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دائیں جانب بیٹھ گئے اور نماز پڑھنے لگے۔ بعد نماز باواؤ بلند و جوسبی کے باہر تک جاتی تھی وعظ ارشاد فرمایا۔ اُس میں یہ جملے بھی تھے۔

أَيُّهَا النَّاسُ سَعَرَتِ النَّارُ وَأَقْبَلَتِ
الْفِتْنُ كَقَطْعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ وَإِنَّ
وَاللَّهِ مَا تُمْسِكُونَ عَلَىٰ لَبْسٍ لَّمْ أَحِلَّ
مَا أَحَلَّ الْقُرْآنُ وَلَمْ أُحْرَمِ إِلَّا مَا
حَرَّمَ الْقُرْآنُ۔

اے لوگو آگ روشن کی گئی اور فتنے اندھیری رات کے
ٹکروں کی طرح چلتے آتے ہیں اور قسم ہر رب کی میرے
ذمہ تمہارا کچھ مطالبہ نہیں ہو میں نے وہی حلال بتایا
جس کو قرآن نے حلال کیا اور وہی حرام بتایا جس کو
قرآن نے حرام کیا۔

جب کلام مبارک ختم ہوا تو حضرت ابو بکر نے عرض کی اے اللہ کے نبی آج تو خدا کے فضل و کرم سے
 ایسے اچھے ہیں جیسا ہم سب کا دل چاہتا تھا۔ آج بٹ خارجہ کے یہاں جانے کی باری ہے
 اجازت ہو تو وہاں جاؤں۔ آپ نے اجازت فرمائی۔ پھر آپ و لائحانہ میں تشریف لے آئے۔ صدیق
 اکبر سچ کو چلے گئے۔ اُس کے بعد بھی کچھ عرصے تک مزار مبارک رست رہا۔ چنانچہ جب حضرت
 علی مرتضیٰ آپ کے پاس سے باہر آئے اور لوگوں نے خیریت دریافت کی تو جواب دیا۔
 اجمع محمد ﷺ بارگاہِ

آج صبح سے خدا کا شکر و صحت ہو

مسجد سے واپس تشریف لانے پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کی آغوش
 میں تکیہ لگا کر بیٹھ گئے تھے۔ اسی اشار میں آپ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کے ہاتھ میں مسواک
 دیکھی اور اُس کو بنظر رغبت ملاحظہ فرمایا۔ حضرت عائشہ نے منشا مبارک سمجھ کر مسواک اُن کے
 ہاتھ سے لے لی پہلے خود چبا کر نرم کی پھر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اُسکو پیش
 کیا آپ نے مسواک لیکر پوری توبہ کے ساتھ دندان مبارک پر پھیری اور پھیرنے کے بعد رکھ دی
 بعد مسواک جب آپ کے بدن کا بوجھ زیادہ محسوس ہونے لگا تو حضرت عائشہ نے چہرہ اقدس کی طرف
 دیکھا۔ تیلیاں چڑھ گئی تھیں اور زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔

اے اللہ مقام رفیق اعلیٰ میں بھیجا۔

اَللّٰهُمَّ فِی الرَّفِیقِ الْاَعْلٰی

تین بار یہ کلمات ادا فرما کر حلت فرمائی۔ تاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ روزِ دو شنبہ وقت
 چاشت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔ صدیق اکبر نے اس سانچہ ہوش رُبا کی خبر سنی و
 فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور مسجد کے دروازہ پر پھینک گھوڑے سے اترے۔ حضرت عمر مسجد
 میں مجمع کے سامنے گفتگو کر رہے تھے۔ حضرت ابو بکر نے کسی جانب التفات نہیں کیا اور سیڑھے

اے حضرت ابو بکر کی بی بی تھیں جو سچ میں رہتی تھیں۔

حجرہ مبارک میں پیچھے چہرہ انور سے برومانی ہٹا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور رو کر کہا:-

بَابِي أَنْتَ وَأُمِّي طَبْتُ حَيًّا وَمَيِّتًا
 آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کی حیات اور
 أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكَ فَقَدْ
 وفات دونوں پاک ہیں جو موت آپ کے حق میں اللہ
 ذُقْنَاهُمْ لِنَصِيبِكَ بَعْدَهَا
 نے لکھی تھی اُس کا ذائقہ آپ کے چکھ لیا اب اس کے
 مَوْتُهُ أَبَدًا
 بعد آپ کبھی وفات نہ پائینگے۔

یہ کہہ کر چادر اٹھڑھک دی اور باہر آئے۔ اُس وقت حضرت فاروق جمع سے مخاطب ہو کر کمرھے
 تھے: ”منافق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی واللہ وفات نہیں پائی
 ہو بلکہ اپنے رب کے پاس موسیٰ کی طرح گئے ہیں جو چالیس روز غائب رہ کر واپس آ گئے تھے حالانکہ
 انکی نسبت بھی کھاجاتا تھا کہ وفات پائے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراجعت کرینگے
 اور ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹینگے جو کہتے ہیں کہ آپ نے حلت کی۔“ حضرت ابو بکر نے یہ کلام سنا
 تو کہا اے عمر سنبھلو اور خاموش ہو جاؤ۔ وہ چپ نہوئے تو حضرت صدیق نے خود سلسلہ گفتگو
 شروع کر دیا۔ حاضرین حضرت عمر کو چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو گئے۔ صدیق اکبر نے پہلے حمد و ثنا
 بیان کی اُس کے بعد کہا:-

أَكْثَرُ النَّاسِ إِنَّهُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا
 اے لوگو جو شخص محمد کو پوجتا تھا تو (وہ سمجھ لے کہ)
 فَإِنَّ مُحَمَّدًا أَقْدَمُ فَاَتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ
 محمد نے وفات پائی اور جو کوئی اللہ کو معبود مانتا تھا
 اللَّهُ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ - وَمَا مُحَمَّدٌ
 تو (وہ جان لے کہ) اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا (خدا
 إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ
 کا ارشاد ہے) اور نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول اُسے
 فَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ أَلْقَيْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ
 اگر یہ جاننے کے لیے رسول گزر چکے ہیں تو کیا وہ اگر جاننے کے یا قتل
 وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ
 کرے جانے کے تو تم برگشتہ ہو جاؤ گے اور جو شخص برگشتہ

يَعْرِضُ اللَّهُ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ
ہو جائیگا وہ خدا کو کچھ نقصان نہیں پہنچائیگا اور اللہ
شکر گزاروں کو غنیمت جزا دیگا۔

اس آیت پاک کو سنکر لوگ چونک پڑے اور گویا ان کو یاد آگیا کہ یہ آیت بھی نازل ہوئی ہے بروایت
حضرت ابو ہریرہ حضرت عمر کا بیان ہے کہ اس آیت کو سنکر میرے پاؤں ٹوٹ گئے کھڑے رہنے کی
قوت نہ رہی میں زمین پر گر گیا۔ اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
رحلت فرمائی۔

باب دوم خلافت

اسی حالت میں کہ مہاجرین مسجد نبوی میں جمع تھے ایک شخص نے آکر کہا کہ انصاء
سقیفہ بنی ساعدہ میں فراہم ہو کر خلافت کے بارہ میں مشورہ کر رہے ہیں۔ اگر تم کو
اہمیت کے بچانے کی ضرورت ہو تو بچاؤ قبل اس کے کہ کام ہاتھ سے نکل جائے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر نے
حضرت ابو بکر سے کہا کہ ہم کو اپنے بھائیوں انصار کے پاس چلنا چاہیے۔ چنانچہ دونوں صاحب
روانہ ہوئے۔ راستہ میں حضرت ابو عبیدہ بھی شامل ہو گئے۔ آگے بڑھے تو دو انصاری ملے اور پوچھا کہاں
جاتے ہو۔ فاروق اعظم نے جواب دیا انصار کے جلسے میں انصاریوں نے کہا وہاں نجائیے مہاجرین

۱۰ ایام خلافت میں ایک تہہ فاروق اعظم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی وفات کے دن جو میرا کلام تھا اس کا منشا یہ آیت تھی وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ
عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ میں اس کا مطلب یہ سمجھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم امت میں آخر وقت تک قیام فرما کر اس کے اعمال کی شہادت ادا فرمائیں گے۔

کو اپنا معاملہ خود طے کر لیا چاہئے حضرت عمر نے قسم کھا کر کہا ہم ضرور جائیں گے۔ اس موقع پر یہ بیان کر دینا مناسب ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں کیا ہو رہا تھا جب انصار سقیفہ میں جمع ہوئے تو سب سے اول حضرت سعد بن عبادہ نے خطبہ دیا۔ پہلے عہد و ثنار الہی بیان کی پھر کہا:-

يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ لَكُمْ سَابِقَةٌ فِي الدِّينِ اَلْاے کرو انصار تمکو دین میں وہ سبقت اور اسلام میں وَفَضِيلَةٌ فِي الْإِسْلَامِ لَيْسَتْ بِقَبِيلَةٍ وَفَضِيلَتٌ حَاصِلٌ بِجُوعِ عَرَبٍ كَيْسِي قَبِيلَةٍ كَوَحْلٍ نَهْنِيحٍ مِنْ الْعَرَبِ، اَنَّ مُحَمَّدًا عَلَيْهِ السَّلَامُ اور وہ یہ ہے کہ محمد علیہ السلام اپنی قوم میں کچھ اوپر دس برس لَيْسَتْ بِضِعْمِ عَشْرَةِ سَنَةٍ فِي قَوْمٍ يَدْعُو رَبَّهُمْ إِلَى عِبَادَةِ الرَّحْمَنِ وَخَلَعَ الْأَمْلُ بِلَاتِي هَيْ مگر باستثناء قلیل اُن کی قوم میں سے کوئی وَالْأَوْثَانِ فَمَا آمَنَ بِهِ مِنْ قَوْمِهِ إِلَّا ايمان نہ لایا جو ایمان لائے انھیں اتنی قوت نہ تھی کہ رسولِ رَجَالٍ قَلِيلٌ وَكَانَ مَا كَانُوا يَقْدِرُونَ کی حفاظت کرتے دین کا اعزاز بڑھاتے اور اپنے آپ سے عَلَى أَنْ يَمْنَعُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ ظلم اعدا کو دفع کرتے جس میں سب مبتلا تھے۔ یہاں تک کہ يَعْزُوا دِينَهُ وَلَا أَنْ يَدْفَعُوا عَنْ أَنْفُسِهِمْ ضِيًّا عَمَّا بِهِ حَتَّى إِذَا أَرَادَ بِكُمْ فَضِيلَتُكُمْ سَابِقُ الْكِرَامَةِ وَخَصَمُكُمْ پُر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی۔ نیز اس امر کی کہ تم بِالنَّعْمَةِ، فَرَزَ قَوْمُ اللَّهِ الْإِيمَانَ بِهِ رسول اللہ اور اُن کے اصحاب کی حفاظت کرو اُن کا او وَرَسُولُهُ وَالْمَنْعَةُ لَهُ وَاصْحَابُهُ وَالْإِعْرَاضُ اُن کے دین کا اعزاز بڑھاؤ اور اُن کے دشمنوں سے جہاد لَدَوْلِيْنِيهِ وَالْجِهَادُ إِحْدَاهُ وَكُنْتُمْ كَرُو اس کے بعد تم اُن کے دشمنوں پر زخواہ وہ تم میں سے أَشَدَّ النَّاسِ عَلَى عَدُوِّهِ مِنْكُمْ وَثَقَلَتْ تھے یا تمھارے غیر سب سے زیادہ سخت اور بہاری ہو گئے عَلَى عَدُوِّهِ مِنْ غَيْرِكُمْ حَتَّى اسْتَقَامَتْ یہاں تک کہ تمام عرب کے سر حکم الہی کے سامنے طوعاً و کرہاً

الْعَرَبِ لَا حُرَّ اللَّهِ طُوعًا وَكَرْهًا وَبِغْضٍ
 الْبَعِيدِ الْمَقَادَةَ صَاعِرًا ذَا خِرَاحَتٍ
 أَثْنَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِرَسُولِهِ بِكُمْ
 الْأَرْضَ وَدَانَتْ بِأَسْيَاقِكُمْ لَهُ الْعَرَبُ
 وَتَوَفَاهُ اللَّهُ وَهُوَ عَنْكُمْ رَاضٍ وَبِكُمْ
 قَرِيرٌ عَيْنٍ اسْتَبَدُّ وَاهَذَا الْآخِرُ مِنْ
 دُونِ النَّاسِ، فَإِنَّهُ لَكُمْ دُونَ النَّاسِ

اس خطبے کے ختم ہونے پر تمام مجمع نے تحسین کی اور کہا ہم تمہاری رائے پر عمل کریں گے۔ تم ہم میں سے
 سربراہ اور وہ ہو اور صلحائے مومنین کے محبوب۔ اس کے بعد باہم بحث و گفتگو ہوتی رہی۔ دوران
 بحث میں کسی نے کہا کہ اگر مہاجرین نے اپنا یہ دعویٰ پیش کیا کہ ہم مہاجرین اور اولین صحابہ ہیں اور
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و رفیق ہیں پھر تم کس طرح ہمارے مقابلہ پر دعویٰ کرتے ہو تو ہمارا
 جواب کیا ہوگا۔ اس پر کسی نے کہا کہ ہم یہ جواب دینگے۔

إِذَا مَنَا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ
 اس صورت میں ایک امیر ہم میں سے ہو ایک تم میں سے
 اس کے بغیر ہم کبھی راضی نہ ہونگے۔ یہ سن کر حضرت سعد نے کہا کہ یہ پہلی کمزوری ہے۔ یہ مکالمہ ہو رہا
 تھا کہ حضرت ابو بکر حضرت عمر ابو عبیدہ وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ ایک آدمی چادر اوڑھے لیتا ہے حضرت عمر
 نے پوچھا یہ کون ہے۔ کسی نے کہا سعد بن عبادہؓ اس طرح کیوں لیٹے ہیں۔ بیمار ہیں، اس سوال
 جواب کے بعد تینوں صحابہؓ ان کے بیٹھ جانے پر انصار کا ایک خطیب کھڑا ہوا اور اس نے انصار
 کے حقوق و فضائل پوری تفصیل کے ساتھ بیان کئے۔ اسی طرح متعدد انصاریوں نے خطبے دیے
 جب ان کے سب خطیب سلسلہ کلام ختم کر چکے تو حضرت عمر نے خطبہ دینا چاہا (جسکو پہلے سے

سوچ چکے تھے، حضرت ابو بکر نے کہا نہ وہ رک گئے۔ صدیق اکبر نے کٹرے ہو کر خطبہ دیا اور حمد و ثنائے الہی بیان کی یہ کہاہ۔

إِنَّ اللَّهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا رَسُولًا إِلَى خَلْقِهِ وَاقَعِيہ کہ اللہ نے محمد کو اپنی مخلوق کے پاس رسول اور وَشَهِيدًا عَلَى أُمَّتِهِ لِيَعْبُدُوا اللَّهَ وَ اُنکی اُمت کے واسطے راہنما بنا کر بھیجا اس غرض سے کہ بندے یُوَحِّدُوهُ، وَهُمْ لِعَبْدُ وَنَ مِنْ دُونِهِ اللہ کی عبادت اور اُسکی توحید کا اقرار کریں حالتِ یحییٰ اِلَهَةٍ شَيْءٌ وَيَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ عِنْدَهُ کہ لوگ متفرق معبودوں کو اس خیالِ خام سے پوجتے تھے شَافِعَةً وَلَهُمْ نَافِعَةٌ، إِنَّمَا هِيَ مِنْ جَحْرِ کہ وہ اللہ کے سامنے اُن کے شفیع بنکر نفع پہنچائیں گے۔ مَنُوتٍ وَخَشَبٍ مَّجْجُورٍ ثُمَّ قَرَأُ دُونَ ان معبودوں کی حقیقت یہ تھی کہ چوب و سنگ سے تراش لے گئے تھے۔ (پھر آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے) اور لِيَعْبُدُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ

وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هُوَ لَا شَفْعًا وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هُوَ لَا شَفْعًا وَہ لوگ اللہ کے سوا ایسے معبود پوجتے ہیں جو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع۔ اور کہتے ہیں کہ ہم اُنکی پرستش

لِنَا عِنْدَ اللَّهِ، وَقَالُوا مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى، فَقَظَّمَ عَلَى

الْعَرَبِ أَنْ يَتَرَكَوَادِينَ أَبَاءَهُمْ بڑھاس بنتجہ یہ ہوا کہ عربوں کو اپنا دین آبائی کا چھوڑنا

فَخَصَّ اللَّهُ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ مِنْ گراں گزرا اُس وقت اللہ نے رسول کی قوم میں سے

قَوْمِهِ يَتَّصِدْنَ لَهُ وَالْإِيمَانِ بِهِ مہاجرین اولین کو یہ خصوصیت بخشی کہ انھوں نے

وَالْمُؤَاسَاةَ لَهُ وَالصَّبْرَ مَعَهُ عَلَى شِدَّةِ آپکی تصدیق کی ایمان لائے خدمت کے لئے کمر بستہ

إِذْ قَوْمُهُمْ لَهُمْ وَتَكْذِبُهُمْ إِيَّاهُمْ ہوئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ سخت

وَكُلُّ النَّاسِ لَهُمْ خَالَفَ نَزَارَ عَلَيْهِمْ مصیبتیں جھیلیں اس حالت میں کہ تمام آدمی اُن کو ٹھکراتے

فَلَمْ يَسْتَوْحِشُوا لِقَلَّةِ عَدُوِّهِمْ تھے اور دشمن جانی ہو رہے تھے۔ وہ اس سے باوجود

وَسَنَفِ النَّاسَ لَهُمْ وَأَجْمَعُ قَوْمَهُمْ عَلَيْهِمْ أَنْبِي قُلْتَ اور دشمنوں کی سختی کے گہرائے نہیں لہذا یہ
 قَوْمٌ أَوْلَىٰ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ وَأَمَّنَ بِاللَّهِ يَه لَوْكُ هِیں جنہوں نے سب سے اول وے زمین پر
 وَبِالرَّسُولِ وَهُمْ أَوْلِيَاؤُهُ وَغَشِيرَتُهُ وَاحْتِالَانِ اس کی عبادت کی اللہ اور رسول پر ایمان لائے ہوں
 لِهَذَا الْأَمْرَيْنِ بَعْدَهُ وَلَا يُنَازِعُهُمْ سَاحِدِہ لَوْكُ سُولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقا اور
 فِي ذَلِكَ الْكَالِمِ وَأَنْتُمْ يَامَعْشَرَ وَلے ہیں اور خلافت کے سب سے زیادہ حقدار سوائے
 الْأَنْصَارِ مَنْ لَا يُنْكِرُ فَضْلَهُمْ فِي ظالم کے اس معاملہ میں اُن سے کوئی شخص نزاع نہیں کر سکتا
 الدِّينِ وَلَا سَابِقَتَهُمُ الْعَظِيمَةُ فِي اور اے معشر انصار تمہاری دینی فضیلت اور اسلامی
 الْإِسْلَامِ رَضِيَكُمْ اللَّهُ أَنْصَارًا سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا تمکو اللہ نے اپنے دین
 لِيُنِيهِ وَرَسُولِهِ وَجَعَلَ إِلَيْكُمْ هِجْرَتَهُ فِيمَا اور رسول کی مدد کے واسطے انتخاب کیا اپنے رسول کو
 جَلَّةُ أَرْوَاجِهِ وَأَصْحَابِهِ فَلَيْسَ بَعْدَ تمہاری سپاہ میں ہجرت کے بعد بھیجا رسول اللہ صلی اللہ
 الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ عِنْدَنَا بِمَنْزِلَتِكُمْ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے اکثر ازواج و اصحاب تم میں سے ہیں لہذا
 فَخَنُ الْأَمْهَرَاءُ وَأَنْتُمْ أَنْتُمْ رَأَى لَا مہاجرین اولین کے بعد تمہارا مرتبہ سب سے زیادہ ہو
 تَفْتَاتُونَ بِمَشُورَةٍ وَلَا تَقْضَى پس ہم امرا ہوں تم وزرا۔ تم اپنے مشورہ پر ہٹ مت
 دُونَكُمْ الْأُمُورَ۔ کرنا ہم بغیر تمہارے مشورہ کے معاملات طے نہیں کریں گے

ایک روایت کے بموجب آخر میں یہ کہا:-

وَقَدْ رَضِيْتُ لَكُمْ أَحَدَ هَذَيْنِ مِیں ان دونوں میں سے جس ایک کو تم چاہو انتخاب
 الرجلین ایہما شِئْتُمْ۔ کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر حضرت ابو عبیدہ اور حضرت عمر کی طرف اشارہ کیا اور دونوں کے مختصر فضائل بیان کئے
 انصار اس کے بعد بھی جوش کے ساتھ اپنے حقوق بیان کرتے رہے۔ آخر کار حضرت ابو عبیدہ نے

يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَنْتُمْ أَوَّلُ مَنْ
اِغْرَاهُ الْغَرَارُ أَنْتُمْ أَوَّلُ مَنْ
تَصْرَفَ رَفْلًا تَكُونُوا أَوَّلُ مَنْ يَدُلُّ
وَيُغَيِّرُ۔
چاہیے۔

یہ منکر و جلیل القدر انصاری یعنی حضرت زید بن ثابت اور حضرت بشیر بن سعد نے اپنے فرقہ
کو سمجھایا۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے کہا:۔

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ فَإِنَّ الْأَمَامَ
يَكُونُ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَنَحْنُ الْأَنْصَارُ
كَمَا كُنَّا أَنْصَارَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت بشیر بن سعد نے کہا:۔

يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ إِنَّا وَاللَّهِ لَنَنْ
كُنَّا أَوْلَىٰ فَضِيلَةً فِي جِهَادِ الْمُشْرِكِينَ
وَسَابِقَةً فِي هَذَا الدِّينِ مِمَّا أَرَادُوا
أَلَّا يَرْضَا رَبَّنَا وَطَاعَةَ نَبِيِّنَا
الْكُذْبِ لَوْ نَفْسُنَا فَمَا نَبْتَغِي لَنَا
أَنْ نَسْتَطِيلَ عَلَى النَّاسِ بِذَلِكَ
وَلَا نَبْتَغِي بِهِ مِنَ الدُّنْيَا عَرَضًا فَإِنَّ
اللَّهِ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْنَا بِذَلِكَ إِلَّا أَنْ

اے گروہ انصار اگر ہم نے مشرکوں کے جہاد میں سب سے
زیادہ فضیلت حاصل کی اور دین میں غرت تو اس سے
مقصود صرف اللہ کی رضا اور اپنے نبی کی اطاعت اور
خود اپنے لئے کسبِ عمل تھا ہم کو روا نہیں کہ ہم اس کو
دوسرے آدمیوں کے حقوق میں دست اندازی کا ذریعہ
بناویں نہ اس کے عوض ہم کو جاہ دنیا طلب کرنا چاہیے
خدا اس کو اس کی جزا دے گا۔ خوب سمجھ لو کہ محمد صلی اللہ علیہ
وسلم قریشی تھے ان کی قوم ان کے جانشینی کی سب سے

مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قُرَيْشٍ
وَقَوْمُهُ أَحَقُّ بِهِ وَأَوْلَىٰ وَإِلَهُ اللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ أَفَأَنْزَعُكُمْ هَذَا الْأَمْرَ أَبَدًا فَاتَّقُوا اللَّهَ
لَا تَنَازَعُوهُمْ۔

زیادہ مستحق و اہل ہی میں باقسم کہتا ہوں
کہ خدا مجھ کو بھی نہ دیکھے گا کہ میں اُن سے
اس بارہ میں نزاع کروں پس تم خدا
سے ڈرو اور اُن سے جھگڑا نہ کرو۔

حضرت بشیر کی گفتگو ختم ہونے پر حضرت ابوبکر نے کہا کہ عمر اور ابو عبیدہ موجود ہیں اُن
میں سے جس سے چاہو بیعت کرو۔ دونوں نے کہا۔

لَا وَاللَّهِ لَا نَتَوَلَّىٰ هَذَا الْأَمْرَ عَلَيْكَ فَانْكَ
أَفْضَلُ الْمُهَاجِرِينَ وَثَانِي اثْنَيْنِ إِذْ
هُمَا فِي الْغَارِ وَخَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ
عَلَى الصَّلَاةِ وَالصَّلَاةِ أَفْضَلُ
دِينِ الْمُسْلِمِينَ مَنْ ذَا يُنْبِغُ لَهُ أَنْ
يَقْدَمَكَ أَوْ يَتَوَلَّىٰ هَذَا الْأَمْرَ عَلَيْكَ
أَبْطُيْبِدَكَ يَأَيُّهَاكَ

نہیں قسم رب کی اس معاملہ میں ہم تم پر
سبقت نہیں کر سکتے تم افضل مہاجرین
ہو رسول اللہ کے رفیق غار اور خلیفہ غار
اور نماز مسلمانوں کے دین میں سب سے
بڑھ کر ہے پس یہ کس کو زیباید کہ وہ تم پر مقدم
ہو یا تمہارے ہوتے ہوئے خلافت
کا متولی بنے ہاتھ بڑھاؤ ہم تم سے
بیعت کرتے ہیں۔

جس وقت ان دونوں صاحبوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کا ارادہ کیا حضرت
بشیر بن سعد انصاری نے سبقت کر کے سب سے اول بیعت کی۔ اُن کے بعد
حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ نے۔ پھر تو یہ عالم ہوا کہ تمام مجمع بیعت ہٹوٹ پڑا
اور خوف ہوا کہ حضرت سعد بن عبادہ جو بوجہ مرض مجمع کے اندر لیٹے ہوئے تھے کچل
نہ جائیں۔ جب بیعت کی خبر حلبہ کے باہر پہنچی تو ہر طرف سے آدمی جوق جوق آنے

لگے یہاں تک کہ گلیاں اُنکے ہجوم سے بھری گئیں۔ یہ بیعت خاصہ تھی۔

بیعت عامہ | اگلے روز شنبہ کو بیعت عامہ ہوئی۔ مسجد نبوی میں مسلمان جمع

ہوئے۔ اول حضرت عمرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا :-

اَکُنْتُ اَرْجُوَنَّ لِعِيشِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَدْبُرَ نَافَاً يَأْتِيكَ مُحَمَّدٌ اُ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ فَاِنَّ اللّٰهَ

قَدْ جَعَلَ بَيْنَ اَظْهَرِكُمْ نُورًا تَهْتَدُونَ

هَدَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا اَھْلَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَ اَنْ اَبَا بَكْرٍ صَاحِبَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ ثَانِي اَثْنَيْنِ وَ اِنَّهُ اَوَّلُ

اُمَّ السَّلَامِيْنَ بِاُمِّوَيْكُمُ فَقَدْ مَوَّادِيَ اَعُوْا

میری یہ توقع تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ہم سب کے بعد تک زندہ رہیں گے

لیکن اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات

پائی تو تمہارے پاس وہ نور موجود ہے

قرآن مجید وہ راستہ دکھائیگا جس پر

نے اپنے رسول کو چلایا تھا۔ اور ابو بکر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی

رفیق غار ہیں اور وہ سب مسلمانوں سے

زیادہ تمہارے معاملات کے انصرام کے

اہل ہیں اب بڑھو اور اُن سے بیعت کرو

حضرت عمرؓ نے کلام بالآخر ختم کر کے حضرت ابو بکرؓ سے اصرار کیا کہ منبر پر بیٹھے مگر وہ اٹھ

کرتے رہے۔ آخر حضرت فاروقؓ کا اصرار غالب آیا اور حضرت ابو بکرؓ منبر پر بیٹھے

لیکن اُس مقام سے ایک درجہ نیچے جہاں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم قیام

فرماتے تھے جلوس منبر کے بعد عام طور پر مسلمانوں نے بیعت کی۔ (قبالہ

الناس عامۃ) بعد بیعت حضرت ابو بکرؓ نے کھڑے ہو کر خطبہ خلافت دیا۔ اول حمد و

الہی بیان کی پھر کہا :-

أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ فَوَ اللَّهِ مَا
 كُنْتُ حَرِيصًا عَلَى الْإِمَارَةِ كَوْمَاوَلَا
 كَيْلَةٍ قَطُّ وَلَا كُنْتُ رَاغِبًا فِيهَا
 وَلَا سَأَلْتُهَا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي سِرِّ
 وَعَدَائِيهِ وَلِلَّهِ أَشْفَقْتُ مِنَ
 الْفِتْنَةِ وَمَالِي فِي الْإِمَارَةِ مِنْ
 رَاحَةٍ وَلَكِنْ كُفِّتُ أَمْرًا عَظِيمًا
 مَالِي بِهِ طَاقَةٌ وَلَا يُدَانُ إِلَّا
 بِتَقْوِيَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَوْ دَتُ
 أَنَّ أَقْوَى النَّاسِ عَلَيْهَا مَكَانِي
 الْيَوْمَ إِلَى قَدْ وَلِيْتُ عَلَيْكُمْ
 وَلَسْتُ بِمُخَيِّرِكُمْ فَإِنْ أَحْسَنْتُ
 فَأَعْيُونِي وَإِنْ أَسَاءْتُ فَقَوْمُوا
 الصِّدْقَ أَمَانَةً وَالْكَذِبَ خِيَانَةً
 وَالضَّعِيفَ فِيكُمْ قَوِيٌّ عِنْدَ اللَّهِ
 حَتَّى أَرْجِعَ عَلَيْهِ حَقَّهُ الْإِثَارَ
 وَالْقَوِيَّ مِنْكُمْ ضَعِيفٌ حَتَّى
 أَخْذَ الْحَقَّ مِنْهُ إِنِّ شَاءَ اللَّهُ لَا يَدْعُمُ
 قَوْمٌ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

بعد حمد الہی اے آدمیو! اللہ کے ہرگز امیر بننے
 کی حرص نہ کہی دن میں تھی نہ رات میں اور
 نہ میرا میلان اس کی جانب تھا اور نہ میں
 اللہ سے ظاہر یا پوشیدہ اس کے لیے
 دعا کی البتہ مجھ کو یہ خوف ہوا کہ کوئی فتنہ
 نہ اٹھ کھڑا ہو مجھ کو حکومت میں کچھ راحت
 نہیں ہے بلکہ مجھ کو ایک ایسے امر عظیم کی تکلیف
 دی گئی ہے جس کے برداشت کی مجھ میں طاقت
 نہیں اور نہ وہ بدون اللہ عزوجل کی مدد
 کے قابو میں آسکتا ہے میری ضرورت یہ آرزو
 تھی کہ آج میری جگہ سب سے زیادہ قوی آدمی
 ہوتا یا تحقیق ہے کہ میں تمہارا امیر بنایا گیا اور میں
 تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں راہِ راست
 پر چلوں مجھ کو مدد و اگر بے راہ چلوں
 مجھ کو سیدھا کرو۔ صدق امانت ہے اور
 کذب خیانت جو تم میں کمزور ہے وہ میرے
 نزدیک قوی ہے انشاء اللہ اس کا حق دلواد
 اور تم میں جو اقوی ہے وہ میری نظر میں کمزور
 ہے اس سے انشاء اللہ حق لیکر چھوڑ دوں گا

إِلَّا مَرِيضًا أَوْ بِهِمْ عُضْلٌ
الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطًّا إِلَّا أَصْنَفًا
اللَّهُ يَا بَلَاءَ رَاطِيَعُوْنِي مَا أَطَعْتُ
اللَّهُ وَرَسُولَهُ فَإِذَا أَعْتَصَمْتُ
وَرَسُولَهُ فَطَاعَاةٌ إِلَيَّ عَلَيْهِ
قَوْمُوْا إِلَى صَلَاتِكُمْ يَرْحَمُكُمُ اللَّهُ

جو قوم راہِ حق میں جہاد پھوڑ دیتی ہو وہ
ذلیل کر دی جاتی ہے اور جس قوم میں بھائی
کا رواج ہو جاتا ہے اس پر عام طور پر عذاب
الہی نازل ہوتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور
اس کے رسول کی اطاعت کروں تم میری
اطاعت کرو اور جب میں خدا اور اس کے
رسول کی نافرمانی کروں تم میری اطاعت
نہیں کرنی چاہئے۔ اب نماز کے واسطے

کھڑے ہو جاؤ خدا تم پر رحم فرمائے۔
بعد بیت خلیفہ رسول اللہ لقب ہوا۔ ایک موقع پر کسی نے خلیفہ اللہ کے کمر محاسب
کیا تو کہا میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوں اور اسی سے میں خوش ہوں۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں معنی خلافت پر ایک لطیف بحث
لکھی ہے اگرچہ اس کی اصلی شان تو خود شاہ صاحب کے الفاظ میں ہے مگر مناسب معلوم
ہوتا ہے کہ اس کا خلاصہ عام فہم سیرایہ میں یہاں بھی لکھ دیا جائے۔

یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام
تھی اور آپ تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے واسطے مبعوث ہوئے تھے۔
بعد بعثت آپ نے جن امور کا اہتمام کو شش بلغ کے ساتھ فرمایا اگر ان سب کا
استقرار کے جزئیات سے کلیات بنائیں اور کلیات سے کلی واحد جو جنس اعلیٰ
ہو تو ثابت ہوگا کہ تمام کوششوں کا مرجع اقامت دین تھی۔ چنانچہ اعلیٰ ہی اس کے

تحت میں حسب ذیل کلیات آتی ہیں۔ علوم دین کا احیاء (قائم رکھنا اور رائج کرنا) علوم دین سے مراد قرآن و سنت کی تعلیم اور غطا و نصیحت۔ ارکان اسلام کا روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج و غیرہ کا قیام و استحکام۔ لشکر اسلام کی آراستگی و ورستی۔ امر لشکر کا تقرر غزوات کا اہتمام۔ مقدمات کا انضام۔ قاضیوں کا تقرر۔ امر بالمعروف (عمدہ افعال و اوصاف کا حکم دینا اور انکو رائج کرنا) و نہی عن المنکر (بڑی باتوں کو روکنا اور انکا انسداد کرنا) جو حکام نائب مقرر ہوں انکی نگرانی کہ پابند حکم رہیں اور خلاف ورزی احکام نہ کریں۔ ان جملہ امور کا اہتمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس فرمایا اور انکے انصرام کے واسطے نائب بھی مقرر فرمائے۔ غطا و نصیحت فرمائی۔ صحابہ کو ممالک میں موقوف و نصیحت کے واسطے بھیجا۔ جمعہ و عیدین پر بیچ و قہر نماز کی امامت خود فرمائی۔ دوسرے مقامات کے واسطے امام مقرر کئے و وصول زکوٰۃ کے واسطے عامل مامور کئے۔ وصول شدہ روپیوں کو مصارف مقررہ میں صرف کیا۔ رویت ہلال کی شہادت آپ کے حضور میں پیش ہوتی اور بعد ثبوت روزہ رکھنے یا عید کرنے کا حکم صادر ہوتا حج کا اہتمام بعض اوقات خود فرمایا بعض اوقات نائب مقرر کئے۔ حبط حج ۹ھ میں حضرت ابو بکر کو امیر حج مقرر کئے بھیجا۔ غزوات کی سپہ سالاری خود کی نیز امر از نائب سے یہ کام لیا گیا۔ مقدمات و معاملات فیصلہ کئے۔ قاضیوں کا تقرر عمل میں آیا۔ علیٰ ہذا القیاس باقی امور۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دین کے قیام و حفاظت کے واسطے ضروری تھا نائب مطلق یا خلیفہ کا تقرر۔ تاکہ وہ اقامت دین کی مذکورہ بالا خدمات کو انجام دے۔

جیشِ اَسْمَہ
 مرضِ وفات میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کی روانگی کا
 حکم دیا تھا جس کے سردار حضرت اُسامہ بن زید مقرر فرمائے گئے تھے۔ مدینہ اور نولح مدینہ
 کے سات سو جوان اس مہم کے لیے نامزد ہوئے تھے۔ یہ مہم رومیوں کے مقابلہ پر اس
 لشکرِ اسلام کے انتقام لینے کے واسطے مامور ہوئی تھی جس کو رومیوں نے شہرہ
 میں بمقامِ موتہ تباہ کیا تھا۔ مگر آپ کی علالت کی شدت اور وفات کے سبب وانکی
 نہوسکی حضرت ابو بکر نے بیعت کے دوسرے روز حکم دیا کہ جیشِ اُسامہ تیار ہو کر روانہ
 ہو۔ منادی نے ندا دی۔

لَيْتُمْ لَبِثْتُ اُسَامَةَ اَلَا لَا يَبْقَيْنَ
 بِاَلْمَدِيْنَةِ اَحَدًا اِلَّا اَخْرَجَ اِلَى عَسْكَرِهِ
 بِالْحَرْفِ
 اُسامہ کے لشکر کو تیار ہو جانا چاہئے تاکہ کیجائی
 ہو کہ جو لوگ اس مہم میں نامزد ہیں ان میں سے
 ایک آدمی بھی مدینہ میں نہ رہے اور سب کے
 سب اپنے پر اور پر بمقامِ حَرْف جمع ہو جائیں۔

یہ پہلا حکم تھا جو حضرت ابو بکر نے بحیثیت خلافت جاری کیا۔ اسی عرصہ میں کہ لشکر ہجرت
 میں جمع ہوا اور اس کی روانگی عمل میں آئے عرب کے ارتداد اور یہود و نصاریٰ کی کشتی
 کی خبریں متواتر مدینہ میں آنے لگیں ان خبروں سے مسلمانوں کا تردد بڑھا۔ مورخین کا
 اسپر اتفاق ہے کہ یہ وقت مسلمانوں کے لیے نہایت سخت تھا۔ مصیبتِ عظمیٰ حضرت
 سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ کاسروں سے اٹھ جانا تھا۔ اسی کے ساتھ عرب
 میں ارتداد پھیل رہا تھا یہود و نصاریٰ نے ان حالات کو دیکھ کر کشتی شروع کر دی
 تھی اسپر طرہ مسلمانوں کی قلت۔ دشمنوں کی کثرت۔ صحابی حلیل القدر حضرت عبداللہ

بن مسعود کا قول ہے کہ اُس وقت مسلمان بکریوں کے اُس گلہ سے مشابہ تھے جو جاڑوں کی سردرات میں بحالت بارش میدان میں بے گلہ لگے رہ جاتے۔ ان حالات پر نظر کر کے صحابہ کرام نے امیر المومنین سے کہا کہ جو آدمی لشکرِ اُسامہ میں جا رہے ہیں وہ مسلمانوں کے چیدہ و منتخب افراد ہیں عرب کی حالت اپنی نگاہ کے سامنے ہے اس صورت میں مسلمانوں کی جمعیت کو متفرق کرنا مناسب نہیں۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا۔

وَالَّذِي لَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ ظَنَنْتُ
أَنَّ السِّبَاعَ تَخْطِفُنِي لَأَفْذْتُ
جَيْشَ أُسَامَةَ كَمَا أَمَرَ بِهِ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ
يَبْقَى فِي الْقُرَى عَيْرِي لَأَفْذُتُهُ
قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے
اگر مجھ کو یہ بھی لگان ہوتا کہ درندے مجھ کو اٹھانے لگیں
تو یہی تعمیل حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسامہ کا
لشکر ضرور بھیجا اگر سببیوں میں سوائے میرے
ایک تنفس بھی باقی نہ رہتا تو بھی روانگی کا حکم یقیناً
دیتا۔

اس کے بعد یہ خیال مزید اہتمام مسلمانوں کے سامنے مجمع عام میں خطبہ دیا اور تیاری لشکر کی تاکید کی۔ جب تمام لشکرِ عرب کے پڑاؤ پر جمع ہو گیا تو حضرت اُسامہ امیرِ عسکر نے حضرت عمر کی زبانی حضرت ابوبکر سے کہلا بھیجا کہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ میری روانگی کے بعد کفارِ خلیفہ رسول اللہ - حرمِ نبوی اور باقی مسلمانوں پر دوڑ پڑینگے ایسے اگر آپ اجازت دیں تو میں معہ لشکرِ مدینہ چلا آؤں اسی کے ساتھ انصار نے یہ پیغام بھیجا کہ اگر آپ لشکرِ روانہ ہی کریں تو بجائے اُسامہ کے کسی بنِ رسیدہ آدمی کو سردار مقرر کیجئے۔ پہلا پیغام شکر حضرت ابوبکر نے قریباً وہی جواب دیا جو اوپر مذکور ہوا۔ جب حضرت

۱۔ حضرت اُسامہ کا بنِ اُسوقت انیس برس کا تھا۔

عمر نے انصار کا پیام سنایا تو حضرت صدیقِ عظمیٰ سے بیاب ہو کر کھڑے ہو گئے اور کہا
 تمکو موت ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسامہ کو امیر شکر بنایا تم مجھکو ہدایت کرتے ہو
 کہ میں اُسکو مغزول کروں۔ اس جواب کے بعد جُوف کے پڑاؤ پر خود گئے اور خست
 کر کے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ جب کوچ ہوا تو حضرت اُسامہ کھوڑے پر سوار تھے۔
 حضرت ابو بکر سیادہ پاسا تھ ساتھ ساتھ چل رہے تھے خلیفہ کا قول کہوڑا حضرت عبدالرحمن
 بن عوف کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت اُسامہ نے حضرت ابو بکر سے کہا یا آپ
 سوار ہو لیں یا مجھکو پیادہ چلنے کی اجازت دیں جواب دیا کہ نہ میں سوار ہوں لگانہ
 تم کو پیادہ چلنے کی اجازت ملیگی اگر میں ایک ساعت راہِ خدا میں اپنے قدم کا
 آلو کروں تو میری کیا شان جاتی ہے۔ غازی راہِ خدا میں جو قدم رکھتا ہے اُسکے
 بدلے میں سات سو درجے بلند کیے جاتے ہیں سات سو گناہ معاف ہوتے
 ہیں۔ سات سونکیاں نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔ اس کے بعد لشکر کو مخاطب
 کر کے فرمایا :-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قِفُوا أَوْصِيَكُمْ
 بِعَشْرِ فَاخْضَوْهَا عَنِّي : لَا تَحُولُوا
 وَلَا تَغْلَوْا وَلَا تَعْدُوا وَلَا تَمْلُوا
 وَلَا تَقْتُلُوا طِفْلًا وَلَا شَيْئًا
 كَبِيرًا وَلَا امْرَأَةً وَلَا
 نَعْقَرَ الْخَيْلَ وَلَا تَحْرِقُوا
 وَلَا تَقْطَعُوا الشَّجَرَةَ الْمُمَرَّةَ وَلَا

اے آدمیو کھڑے ہو جاؤ میں تم کو دس حکم
 دیتا ہوں ان کو میری جانب سے اچھی طرح یاد رکھنا
 خیانت نہ کرنا۔ دھوکا نہ دینا۔ سردار کی نافرمانی
 مت کرنا۔ کسی شخص کے اعضاء مت کاٹنا۔
 کسی بچے کو بڑے یا عورت کو قتل مت کیجیو۔
 کجور یا کسی میوہ دار درخت کو نہ کاٹیو اور
 نہ جلائیو۔ بکری گائے یا اونٹ کو سوائے

تَنْجُوشَاةً وَلَا بُقْرَةً وَلَا بُعِيْرًا
 إِلَّا لِمَا حَكَمَ وَسَوْفَ تَمْرُؤْنَ
 يَا قَوْمِ قَدْ ضَرَعُوا أَلْفُسَهُمْ
 بِالصَّوَامِعِ فَذَعَوْهُمُ وَمَا
 فَرَعُوا أَلْفُسَهُمْ وَسَوْفَ
 تَقْدَمُونَ عَلَى قَوْمٍ يَا تَوَكَّمُ
 بِأَنِّي فِيهَا أَوْ أَنْ الطَّعَامَ
 فَادَّأَا كَلْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا بَعْدَ
 شَيْءٍ فَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا
 وَتَلْقَوْنَ أَقْوَامًا قَدْ فَخَصُوا
 أَوْ سَاطَرُوا سِهْمًا وَتَرَكُوا
 حَوْلَهُمَا مِثْلَ الْقَسَائِبِ فَخَفَقُوا
 هُمْ بِالسَّيْفِ خَفَقًا أَدَا فَعُوا
 بِاسْمِ اللَّهِ أَفَنَالِ اللَّهَ الْمُطْعِنِ
 وَالطَّاعُونَ -

غذا کی ضرورت کے نہ مارنا۔ تم کو ایسے لوگ
 ملیں گے جو عبادت گاہوں میں گوشہ گیر ہو کر
 بیٹے ہوئے انکو اُنکے حال چھوڑ دینا۔ اور تم کو
 ایسے آدمی ملیں گے جو تمہارے پاس قسم قسم کے کھانے
 برتنوں میں رکھ کر لائیں گے جب تم ان کھانوں کو
 یکے بعد دیگرے کھاؤ تو خدا کا نام لیتے جانا۔
 (یعنی نعمتیں پا کر خدا کو بھول نہ جانا) اور تم کو
 ایک ایسی قوم ملیگی جنکے سر کے بال پیچ میں
 منڈے ہونگے اور پیٹے چھوٹے ہونگے اُن کو
 تازیانہ کی سزا دی جائے۔ خدا کا نام لیکر
 روانہ ہو خدا تمکو (دشمن کے) حربہ اور
 طاعون کے حملے سے محفوظ رکھے۔

یہ شکر غزہ ربیع الآخر کو (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ٹھیک
 انیس روز بعد) مدینہ سے روانہ ہوا۔ مندرجہ مقصود پر پہنچا اور باختلاف روایت
 چالیس دن یا اس سے کسی قدر زائد عرصہ میں ارشاد نبوی کی تعمیل کر کے مع الحیر
 واپس آگیا۔ مورخین کا قول ہے کہ اس لشکر کی روانگی سے قبائل میں دھماک بپائی

اور انھوں نے خیال کیا کہ اگر مسلمانوں میں قوت نہوتی تو اس لشکر کو مدینہ سے باہر نہ بھیج دیتے۔

ارتداد | فتح مکہ کے بعد کثرت سے قبائل عرب اپنے وفداً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے اور اسلام سے مشرف ہوئے۔ چنانچہ سیرت میں ۹۳ھ کا نام سنۃ الوفود ہے۔ اسی سلسلہ میں یمن کے زبردست قبیلے بنو حنیفہ کا وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ وفد مذکور میں مسیلہ ہی تھا۔ اس میں اختلاف ہے کہ مسیلہ جمال نبوی کے دیدار سے مشرف ہوا یا نہیں۔ بہر حال یہ وفد مسلمان ہو کر یمن واپس گیا اور اس کی واپسی پر قبیلہ بنو حنیفہ اسلام لے آیا۔ سنہ ۹۳ھ کے آخر میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو اہل یمن کی ہدایت کے واسطے بھیجا۔ اس سے قبل چھ مہینے تک حضرت خالد بن ولیدؓ نے تبلیغ اسلام کی مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ حضرت شیر خدا کی آمد کی خبر شکر کثرت سے یمنی سرحد پر استقبال کو آئے۔ صبح کی نماز باجماعت ادا فرمائی۔ بعد نماز سب اہل یمن صف بستہ سامنے کھڑے ہو گئے۔ حضرت مرتضیٰ نے ان کو مخاطب کر کے اول حمد و ثناء الہی بیان فرمائی اُس کے بعد فرمان رسالت سنایا اور تلقین اسلام کی تلقین کا یہ اثر ہوا کہ اُسی روز تمام قبیلہ ہمدان مسلمان ہو گیا۔ بعد کامیابی حضرت علی مرتضیٰ نے مراجعت فرمائی اور حجۃ الوداع کے موقع پر بمقام عرفات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ غرض ۹۳ھ اور ۹۴ھ میں ملک یمن محض تبلیغ کے اثر سے دائرہ اسلام میں داخل ہوا ۹۴ھ میں زکوٰۃ فرض ہوئی لے مکہ ۹۴ھ کے آخری حصہ میں فتح ہوا۔

اور اپنے اُسکے وصول کے واسطے عمال مختلف اطراف عرب میں مقرر فرمائے۔ مین
میں باذان کو بدستور سابق تمام مین کا عامل رکھا۔ حجۃ الوداع میں باذان کی وفات
کی خبر پہنچی اور اپنے اُسی موقع پر جدید انتظام فرمایا۔ ملک مین مختلف حصوں پر تقسیم کیا گیا
اور ہر حصہ پر جداگانہ عامل کا تقرر ہوا۔ حضرت معاذ بن جبل اس خدمت پر مامور ہوئے کہ تمام
مُلک مین میں دورہ کر کے احکام اسلام کا اجرا کرتے رہیں۔ اسی عرصہ میں پہلا گاو
مدعی نبوت مین میں معتام صنعاء پیدا ہوا جس کا نام اسود عتشی تھا اُسکو بید فوری
کا میابی ہوئی اور چند ہی دن میں اُس نے ہر طرف آتش فساد شعل کر دی قلیدہ بنی اسد
میں طلحہ نے دعویٰ نبوت کیا۔ تیسرا مدعی نبوت سیلمہ کذاب تھا اسود عتشی کی کامیابی
دیکھ کر اُسکو بھی جرات ہوئی اور دعویٰ نبوت کا منصوبہ قائم کر کے اُس نے اعلان کیا کہ
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو شراب رسالت کر لیا ہے۔ انتہائے خیرہ سہ
یہ تھی کہ سلسلہ کے آخر میں اُس نے ذیل کا خطاب کی خدمت میں بھیجا

مِنْ مَّسِيلَةِ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى مُحَمَّدٍ مَسِيلَةَ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى مُحَمَّدٍ
رَسُولُ اللَّهِ فَإِنِّي قَدْ أَشْرَكْتُ مَعَهُ نام میں رسالت میں تمہارا شریک کیا گیا
فِي الْأَمْرِ أَن لَّنَا لَصِفَ الْأَرْضِ ہوں ادھی زمین ہماری ہی اور ادھی قریش
وَلِقُرَيْشٍ نَّصِفَهَا وَلَكِنَّ قُرَيْشًا مُّؤْمِنًا کی مگر قریشی ایسی قوم ہیں جو ظلم کرتی ہے۔
لَعَيَّةٌ دُونَ

اسکے جواب میں یہ فرمان رسالت مدینہ سے جاری ہوا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان بخشنے والا ہے

۱۔ باذان پہلے کسری کی طرف سے عامل مین تھے۔

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولُ اللَّهِ إِلَى

مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ أَمَّا بَعْدُ

فَالسَّلَامُ عَلَيَّ مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى

فَإِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا

مَنْ أَيْتَاءَ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ

لِلْمُتَّقِينَ

محمد رسول اللہ کی جانب سے مسیلہ کذاب کے نام بعد
پس سلام ہوا پھر جو راہ راست کے پیرو میں پہنچتی
ہی کہ ساری زمین اللہ کی ہے اپنے بندوں میں سے وہ
جس کو چاہتا ہی بخش دیتا ہے اور عاقبت پیرو گاروں
کے حصہ میں ہے۔

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب عادت شریف اول ان مدعیان
نبوت کو بذریعہ پند و نصیحت سمجھایا متعدد مراسلات بھیجے لیکن کچھ اثر نہوا مرتدوں
نے مسلمانوں پر دست درازی و تعدی شروع کی اور جمعیت فراہم کر کے مقابلہ
و مقاتلہ کا سلسلہ جاری کر دیا جب نوبت اس حد تک پہنچی تو اپنے آپ کے دفعہ کے
واسطے عمال کے نام احکام جاری فرمائے اور یہ استہام مرض فات کی شدت میں ہی
براہر جاری رہا۔ اسود عبسی کا خاتمہ آپ کی حیات مبارک میں ہو گیا اور اپنے یہ خبر مسلمانوں کو
سنادی۔ اس بیان سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
وفات کے وقت جھوٹے مدعیان نبوت اور ان کے پیروؤں کی کیا کیفیت تھی۔

جس وقت آپ کی رحلت کی خبر شائع ہوئی ان قبائل میں اور ان کے اثر سے دوسرے
جدید الاسلام قبیلوں میں اضطراب عظیم پیدا ہوا اور تمام ملک یمن میں ایک ہنگامہ برپا
ہو گیا۔ مسلمان عامل ہٹا دیے گئے اور مرتدین نے دخل کر لیا۔ اسود عبسی اگرچہ چرچکا
تھا لیکن اس کی فوج مختلف حصہ ملک میں منتشر تھی اب وہ پھر جمع ہو کر ایک لشکر
عظیم بن گئی اسی کے ساتھ ساتھ نواح مدینہ میں ارتداد و سرکشی پیدا ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ

مدینے کے باہر صرف دو قبیلے ایسے تھے جو تمام و کمال اسلام پر قائم رہے یعنی قریش
 و ثقیف باقی تمام قبائل میں کم و بیش ارتداد کا فساد پھیلا بعضے کل کے کل مرتد ہو گئے۔
 بعض میں کچھ مسلمان رہے کچھ مرتد ہو گئے۔ ارتداد کا زور زیادہ تر دو طرف تھا ایک یمن
 میں۔ دوسرے نواح مدینہ کے قبائل میں۔ اور یہ سب جدید الاسلام تھے۔
 معرکہ طلب بلایع نے اپنے عروج و سرداری کا چیلہ دعویٰ نبوت و ارتداد قرار دیا
 تھا۔ واقعات ذیل سے اس بیان کی صحت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ قبیلہ بنی عامر
 میں سردار عامر بن الطفیل تھا وہ علانیہ کہتا تھا کہ میں تمام عرب کی امارت کا متمنی ہوں
 ایک قریشی کا اتباع کس طرح کر سکتا ہوں قبیلہ غطفان قبیلہ بنی اسد حلیف
 تھا غطفانی کہتے تھے کہ ہم اپنے حلیف اسیویوں کے بنی (حلیفہ) کو چھوڑ کر رسول
 قریشی کی پیروی کیوں کریں قریش کے بنی نے وفات پائی۔ اسد کا بنی زندہ ہی۔
 قبیلہ عبد العزیس میں مرتدوں کا نشان برادر غور نعمان بن منذر کا پوتا تھا۔ یہ نعمان بن منذر
 اس خاندان حمیر کی اخیر بادشاہت تھاجنے صدیوں تک یمن میں حکومت کی تھی۔
 دعویٰ نبوت کی انتہا سے ازرانی یہ تھی کہ سچلح نامی ایک عورت بھی مدعی نبوت
 بن بیٹی۔ اسنے یمن میں بنی ہونی کا اعلان کیا۔ قبیلہ بنی تغلب (جو نصرانی تھا) اپنا
 مذہب چھوڑ کر اس کی امت میں شامل ہوا مدعیان نبوت کے احکام بھی عجیب
 تھے۔ طلحہ کی نکتہ ستی ملاحظہ ہو نماز کے ارکان میں سے سجدہ موقوف کر دیا۔ سیدہ
 کے حکم سے شراب اور زنا مباح و حلال قرار پایا۔ جب اسنے سچلح مدعیہ نبوت سے
 نکاح کیا تو اس کے ہر میں دو وقت کی نماز معاف کر دی ایک صبح کی دوسری
 عشا کی۔ وجہ یہ ظاہر کی کہ اسنے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہی فتنہ ارتداد کے سلسلہ میں یہاں

ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ باوجود استقدرِ تنہ و فساد اور ہنگامے کے ایک شخص بھی ایسا
 مرتد نہیں ہوا جو قدیم الاسلام اور مذہب میں راسخ ہو چکا تھا۔ عموماً جدید الاسلام
 قبیلے مرتد ہوئے ان میں بھی اکثر عوام فتنہ جوئے چنانچہ طلحہ کے نشان کے نیچے زیادہ
 قبیلہ طے اور ہسد کے عوام الناس کا ہجوم تھا۔ حضرت ابو بکر نے فراستِ ایمانی
 سے آغاز ہی میں اس ہنگامے کی قوت کا پورا اندازہ فرمایا تھا۔ چنانچہ یمن سے
 جب ابتداءً قاصداً لے تو خط دیکھ کر اُن سے فرمایا ابھی صبر کرو اسکے بعد جو خطا
 ان میں اس سے بھی زیادہ سخت خبریں ہونگی۔ اور ہوا بھی یہی۔ اسکے بعد ہی ہر طرف
 سے اُمراءِ مسلمین کے مراسلے آنے لگے جن میں قبائل کے ارتداد اور ان مظالم
 کی اطلاع درج تھی جو مرتدوں کے ہاتھ سے مسلمانوں پر ہوتے تھے۔ نواح
 مدینہ کے قبائل نے مرتد ہو کر بالاتفاق مدینہ کا رخ کیا۔ بنی اسد میرا میں۔ فرازہ اور
 غطفان کا ایک حصہ جنوب مدینہ میں۔ ثعلبہ و مرہ و عبس کا ایک حصہ اُرق میں
 دوسرا ذوالقصہ میں خیمہ زن ہوا۔ اُسی زمانہ میں حضرت عمر دین العاص اس
 راستہ سے مدینہ پہنچے اور بیان کیا کہ وہاں سے لیکر مدینہ تک برابر مرتد فوجیں بڑھی
 ہوئی ہیں۔ ان قبائل نے اس طرح مدینہ کو گھیر کر اپنے قاصد حضرت ابو بکر کی مدت
 میں بھیجے۔ یہ آگ کستدر جلد بھڑکی تھی اسکا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ بیعت
 خلافت کے دسویں روز یہ اپنی مدینہ پہنچ گئے تھے۔ مدینہ پہنچ کر قاصد مختلف عیائد
 کے یہاں مقیم ہوئے عم رسول حضرت عباس کی یہ خصوصیت تھی کہ انہوں نے

۱۵ سمریہ کے راستہ میں ایک منزل ۱۲ ۱۳ اُرق بنی ذبیان کا وطن ۱۲

۱۴ ذوالقصہ مدینہ سے ایک منزل بجانب نجد ۱۵ ۱۶ و بار ایک قدیم مشہور شہر یمن کا قریب ربذہ ۱۲

کسی قاصد کو اپنے مکان پر نہیں ٹھہرنے دیا۔ ایلچیوں نے اوّل اُن مسلمانوں سے گفتگو کی جن کے یہاں ٹھہرے تھے اُس کے بعد متفق ہو کر حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور بالاتفاق یہ پیام پہنچایا کہ ہم سے نماز پڑھو، الودع زکوٰۃ معاف کرو۔ اُنکا پیام سن کر حضرت صدیق اکبر نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا سب نے یہ صلاح دی کہ نرمی مناسب وقت ہے۔ حضرت عمر بھی اس رائے میں شریک تھے۔ اُنکے یہ الفاظ ہیں۔

يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ تَالَيْفِ النَّاسِ
وَأَرْفَقِ بِهِمْ
اے خلیفہ رسول اللہ ان لوگوں
کے ساتھ تالیف قلوب اور نرمی کا
برتاؤ کیجئے

حضرت ابوبکر نے یہ مشورہ سن کر حضرت عمر کو مخاطب کر کے فرمایا:۔
یہ کیا کہ تم جاہلیت میں تو بڑے سرکش تھے مسلمان
ہو کر ذلیل و خوار بن گئے۔ وحی کا سلسلہ قطع ہو گیا
دین کمال کو پہنچ چکا کیا میری زندگی میں اسکی
قطع و برید کیجائیگی۔ واللہ اگر (فرض زکوٰۃ
میں سے) ایک رسی کا ٹکڑا دینے سے بھی لوگ
انکار کریں گے تو میں جہاد کا حکم دوں گا۔

فاروق اعظم کا مقولہ ہے کہ اس کلام کو سن کر مجھ پر منکشف ہو گیا کہ اللہ نے ابوبکر کا سینہ جہاد
کے واسطے کشادہ کر دیا ہے۔ صحابہ کرام کے مشورہ کے بعد حضرت صدیق نے
جواب مذکور الصدر سن کر ایلچیوں کو ناکام واپس کر دیا۔ اسی عرصے میں حبش میں

مدینہ سے روانہ ہو چکا تھا۔ قاصد واپس گئے تو انھوں نے مسلمانوں کی بے
سروسامانی اور قلت بیان کی۔ اور قاصدوں کو خست کر کے حضرت ابو بکر نے
مدینہ کی حفاظت کا اہتمام کیا۔ شہر کے ناکوں پر حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ حضرت
طلحہؓ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو مقرر کیا۔ عام اہل مدینہ کو جمع کر کے حکم سنایا
کہ عرب میں ارتداد پھیل رہا ہے۔ قاصد تمھاری حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ گئے
ہیں دشمن کے بعض حصے تم سے صرف ایک منزل کے فاصلہ پر ہیں معلوم نہیں
تم پر کس وقت حملہ کریں انکو امید تھی کہ ہم انکی درخواست منظور کرینگے مگر وہ رو
کری گئی لہذا انکو ہر وقت مسلح مسجد نبوی میں حاضر رہنا چاہئے۔ اس حکم کے مطابق
تمام اہل مدینہ مستعد رہتے تھے۔ قاصدوں کی واپسی کے تیسرے دن دشمنوں نے
مدینہ پر حملہ کیا۔ ایک حصہ فوج انکی مدد کے واسطے ذی حسی میں تیار تھا۔ جب دشمن
کی جمعیت مدینہ کے ناکوں پہنچی تو محاذ ہوشیار تھے انھوں نے حملہ روک کر
امیر المومنین کے پاس اطلاع بھیجی۔ حضرت ابو بکر نے کہلا بھیجا کہ تم اپنی اپنی جگہ قائم
رہو میں فوراً موقع پر آتا ہوں۔ چنانچہ اہل مدینہ کی جمعیت لیکر موقع پہنچے اور
دشمنوں پر حملہ کیا مسلمانوں کے حملے سے کفار کے قدم اکڑ گئے اور ہباگنا شروع
کیا۔ مسلمانوں نے ذی حسی تک تعاقب کیا۔ وہاں کی فوج نے پہلے سے بہت
سی مشکوں میں ہوا بھر رکھی تھی جیسے ہی مسلمان شتر سوار پہنچے وہ مشکیں سامنے لگا دیں
اونٹ قدرتاً اس سے بہت ڈرتا ہے مسلمانوں کے اونٹ ڈر کر پیچھے کو بھاگے اور
مدینہ پہنچ کر دم لیا۔ مرتدوں نے خیال کیا کہ مسلمان بھاگ گئے اس سے انکی
لے ذی حسی۔

جرات بڑھی ذی حسی کی پشت پر جو فوج بمقام ذوالقصد تھی اسکو بھی آگے بلا لیا۔ اور دشمن
 کی کل جمعیت ذی حسی میں مدینہ کے قریب جمع ہو گئی۔ حضرت ابوبکر نے اسی روز دوسرے
 حملے کا انتظام کیا اور شبائشب کوچ کر کے صبح ہوتے ہوئے مرتدوں کے لشکر پر چھا
 جارا۔ طلوع آفتاب کے وقت دشمن کو ہزیمت ہوئی سردار لشکر حبال (جو طلحہ
 مدعی نبوت کا قوت بازو تھا) مارا گیا حضرت ابوبکر نے ذوالقصد تک تعاقب
 کیا وہاں حضرت نعمان بن مقرن کو معہ ایک حصہ فوج کے متعین کیا اور خود مدینہ
 کو واپس چلے آئے۔ اس شکست سے کفار کا جوش زیادہ بڑھا۔ اور تمام قبائل نے
 اپنے اپنے یہاں کے مسلمانوں کو طح طرح کی اذیتیں دیکر قتل کرنا شروع کیا۔ غصہ
 کاٹتے تھے۔ آگ میں زندہ جلاتے تھے۔ اول قبیلہ ذبیان و عبس نے یہ سفای
 شروع کی پھر انکے قرب و جوار کے تمام قبیلوں میں پھیل گئی۔ جب ان مظالم
 کی اطلاع حضرت ابوبکر کو ہوئی تو انھوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ مسلمانوں کے
 مصائب کا بدلہ لیا جائیگا۔ ذوالقصد کی فتح کا مسلمانوں پر یہ اثر ہوا کہ تمام قبائل
 میں حقدار مسلمان تھے وہ اسلام پر زیادہ شدت سے قائم ہو گئے اور ان میں تازہ جو
 و عزم پیدا ہو گیا بعض قبائل نے زکوٰۃ کا روپیہ بھی مدینہ بھیج دیا۔ غرض مختلف تدابیر
 سے حضرت صدیق اکبر مدینہ کی حفاظت فرماتے رہے یہاں تک کہ حضرت انس
 کا لشکر مدینہ واپس آیا۔ انکو حفاظت مدینہ پر مامور کر کے حضرت ابوبکر نے کہا کہ اب
 تم آرام لو ہم دشمن کے مقابلہ پر جاتے ہیں۔ بقیہ فوج فراہم ہوئی اور اس کے امیر
 خود خلیفہ رسول اللہ بنے۔ مسلمانوں نے یہ دیکھ کر کہا کہ آپ خود ہم پر نہ جائیں اگر آپ
 صدمہ پہنچیا تو اسلام کا سارا نظام درہم برہم ہو جائیگا اور کسی کو سردار مقرر کر کے

بھیجے وہ کام آئے تو دوسرا مقرر ہو کر صلاح یہ پذیرا ہوئی۔ اور حضرت ابو بکر لشکر کو ہمراہ لیکر ذوالقعد
 ہوتے ہوئے پرگنہ رندہ کے ابرق نامی مقام پر پہنچے وہاں دشمن سے مقابلہ ہوا اہل
 ایمان فتحیاب ہوئے۔ فرمان خلافت کے مطابق ابرق مجاہدین کے گھوڑوں
 کی چراگاہ بنا دیا گیا۔ لشکر اسامہ آرام لے چکا تھا زکوٰۃ کا روپیہ زیادہ مقدار میں وصول
 ہونے لگا تھا اسلئے حضرت ابو بکر نے تنبیہ فرمایا کہ مرتدوں کا استیصال پوری
 طرح کر دیا جائے۔ بعد فتح نواح ابرق میں قیام کر کے تمام مرتد قبائل کے مقابلہ
 کا انتظام فرمایا۔ گیارہ فوجیں مامور کی گئیں مختلف حصص ملک میں جا کر دشمنان اسلام
 کا مقابلہ کریں اُس زمانہ میں ملازمت کا سلسلہ تھا مسلمانوں کے تمام کام محض رضا
 الہی کے واسطے ہوتے تھے فوج کا انتظام بھی رضا کا رہتا تھا۔ اجتماع لشکر کا طریقہ یہ تھا
 کہ ایک شخص امیر لشکر مقرر ہو کر مہم پر مامور ہوتا تھا اور اُس کی ہمراہی کے واسطے قبائل
 نامزد ہو کر احکام جاری کیے جاتے تھے۔ زمانہ رسالت میں آپ اپنے دست مبارک
 سے اور دور خلافت میں خلفائے ہاتھ سے نشان بنا کر سردار کو دیتے۔ اُس نشان
 کو لیکر امیر پڑاؤ پر خیمہ زن ہوتا اور میعاد معین کے اندر سپاہ نشان کے نیچے اکٹرا کر
 ہو جاتی۔ یا یہ ہوتا کہ امیر نشان لیکر نامزد شدہ قبائل کے قریب سے روانہ ہوتا اور
 ہر قبیلہ کے فوجی جو ان اُسکے ساتھ ہوتے جاتے۔ ہتھیار سواری وغیرہ کی مدد و خزانہ
 سے کیجاتی نیز سپاہی اپنے ہتھیار خود ہمراہ لاتے اُس زمانہ میں عرب کا بچہ بچہ ہتھیاروں
 سے آراستہ تھا۔ اسی طرح بمقام ذوالقعد حضرت ابو بکر نے گیارہ نشان تیار
 کر کے امراء لشکر کو دیے اور ان کی مدد کے واسطے قبائل مقرر فرمائے۔ ہر سردار

اُس کی مہم اور طرز عمل کی بابت پوری ہدایت دی گئی تھیں یعنی وہ کس سمت کا مقابلہ کرے اُس سے فائدہ ہو کر سطرف بڑھے کونسا لشکر کس کی مدد کرے۔ علی ہذا القیاس حضرت خالدِ ظلیحہ کے مقابلہ پر مامور ہوئے۔ حضرت عکرمہ سیلمہ کے مقابل۔ اسود عسسی کی مہم پر مہاجرین ال زبیر۔ وغیرہ وغیرہ خاص ہدایات کے علاوہ بعض عام احکام تھے جو کہ امراء کے واسطے دستور العمل تھے۔ ہر فوج کے ساتھ ایک فرمانِ خلافت تھا جس میں مخالفین سے خطاب کیا گیا تھا اور انکو مخالفت سے باز آنے اور مسائل اسلام کی جانب رجوع کرنے کی ہدایت و ترغیب تھی۔ اُس میں یہ بھی درج تھا کہ فلاں سردار مہاجرین و انصار و تابعین کا لشکر لیکر تمھارے مقابلہ پر آتا ہے اُسکو یہ حکم ہے کہ اول کسی سے وہ قتال و جنگ نہ کرے بلکہ دعوتِ اسلام دے جو قبول کرے اُسکو امن بخشی جائے جو غناؤ پر قائم رہے اُن سے لڑے اور پوری شدت کیساتھ لڑے۔ اس فرمان کی بابت حکم تھا کہ لشکر کے آگے آگے قاصد لیکر جائیں اور لشکر پہنچے سے پہلے مجمع عام میں پڑھ کر سنائیں۔ ذریعہ اجتماع اذان ہو جو لوگ اذان سن کر فراہم ہو جائیں انکو احکامِ خلافت سنائے جائیں جو جمع ہوں اُن سے مقابلہ کیا جائے۔ علاوہ فرمانِ بالاک کے ایک اور مراسلہ ہر لشکر کے ساتھ تھا جس میں سردار لشکر کے واسطے احکام تھے۔ تمام مہمات کا بیان باعثِ طول ہو گا اسلئے صرف دو مہموں کا ذکر کیا جاتا ہے ایک میں نمونہ دستی ہے دوسرے میں نمونہ رزم۔

مہم قبیلہ طے نمونہ دستی | حضرت خالد بن ولید کا تقریرِ ظلیحہ مدعی نبوت کے مقابلہ پر ہوا تھا۔ مدعی مذکور کے ساتھ عوام قبیلہ طے کا بڑا مجمع تھا اسلئے حضرت ابو بکر نے حضرت

سے مشہور حاتم طائی کا قبیلہ

عدی بن حاتم کو اول روانہ کیا کہ اپنے قبیلہ کو فہمائش کر کے تباہی سے بچائیں۔ آگے آگے
 حضرت عدی اور ان کے پیچھے لشکر اسلام روانہ ہوا۔ حضرت عدی نے منزل مقصود
 پہنچ کر اپنے قبیلہ کو جمع کیا اور فہمائش کی لیکن بے سود۔ دوبارہ پھر سمجھایا اس مرتبہ نصیحت
 کا کرہ ہوئی۔ وعدہ اطاعت کیساتھ انھوں نے یہ درخواست کی کہ ہم کو اتنی مہلت دیجائے
 کہ اپنے اہل و عیال کو طلیحہ کے لشکر سے نکال لائیں ورنہ ہماری اطاعت کی اپنی مصیبت پڑیگی
 ہماری واپسی تک خالد کا لشکر روک دیا جائے حضرت عدی نے یہ پیام حضرت خالد کو پہنچایا۔
 تین دن کی مہلت منظور ہوئی۔ اس غصہ میں قبیلہ طے کے آدمی اپنے اہل و عیال کو لشکر طلیحہ
 سے کریم کے ساتھ لے آئے اور تجدید اسلام کے بعد حضرت خالد کے پاس حاضر ہو گئے۔ اس طرح
 یہ محمد بن نبوی کے ساتھ بغیر خونریزی کے طے ہو گئی۔ ہم طے کے ختم ہونے کے بعد حضرت خالد نے
 قبیلہ جدیدہ کی طرف رخ کیا۔ حضرت عدی نے کہا کہ قبیلہ طے مثل ایک پرندہ کے ہے جس کا
 ایک بازو جدیدہ ہی جھکے اجازت دو کہ انکو جا کر فہمائش کروں۔ اجازت ملی اور حضرت عدی
 نے کوشش بلیغ کیساتھ سمجھایا۔ نتیجہ حسب ذیل نکلا۔ جب حضرت خالد اس مہم سے فارغ ہو کر آگے
 بڑھے تو قبیلہ طے کے ایک ہزار سوار ان کے ہمراہ کباب نصرت اسلام کے لیے کمر بستہ تھے۔ مورخین
 نے عدی کی مساعی کی تحسین ان الفاظ میں کی ہے۔

وکان خیر مولود ولد فی وہ قبیلہ طے کے بہترین فرزند تھے جن کی وجہ سے برکت عظیم
 ارض طی و عظیم برکت علیہم نازل ہوئی۔

طلیحہ نے حضرت خالد کے مقابلہ پر شکست کھائی اور شام کو بھاگ گیا۔ وہاں پہنچ کر دوبارہ اسلام
 لایا۔ ایک مرتبہ خلافت صدیقی کے زمانہ میں طلیحہ والے عمرہ کو مکہ جاتا تھا جب مدینہ کے کنارے
 پہنچا تو کسی نے جھپٹ کر حضرت ابوبکر کو اطلاع کی کہ طلیحہ جا رہا ہے۔ شکر فرمایا اب وہ داخل اسلام

ہو چکا اس سے کچھ تعرض نہیں کیا جاسکتا۔ جانے دو۔ خلافت فاروقی میں طلحہ نے مدینہ اکرستی کی
 مسئلہ کتاب معرکہ رزم | اگرچہ مدین کے تمام معرکے نہایت اور چھلہ فرساتھے مگر مسئلہ کتاب
 کا معرکہ شدت و قوت میں سب سے بڑھ کر تھا۔ یہاں قبیلہ بنو حنیفہ تھا اور وطن سامہ واقع
 ملک نجد اسکا یہ عوی تھا کہ مجھ کو رسول اللہ نے شراب رسالت کر لیا ہے۔ اس عوی کی
 تائید کے لیے ہمارا نامی ایک شخص لے سکا تھا گیا۔ ہمارے مدینہ میں شرف حضور سے شرف
 ہو کر قرآن و مسائل دین کی تعلیم حاصل کی تھی جب مسائل ضروری حاصل کر چکا تو آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے مامور فرمایا کہ میں جا کر تائید اسلام اور سیلہ کی ترویج کی خدمت انجام دے
 بد بخت میں ہنچ کر سیلہ سے مل گیا۔ اور بالاعلان شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم سے میں نے خود سنا ہے کہ سیلہ شراب نبوت ہے اس سے ہزاروں آدمی گمراہ ہو گئے۔
 اذان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کیا جاتا تھا۔ جب سیلہ تکبیر کے
 وقت شراب نماز ہوتا تو مومن سے کتنا اشد ان محمد رسول اللہ خوب زور سے کہو
 مستح مہمل عبارتیں لوگوں کو سناتا اور کہتا یہ وحی ہے۔ شراب و زنا کی حلت کا اعلان کر دیا
 تھا۔ ایسے اسباب سے سیلہ کا زور روز بروز ترقی کرتا رہا جب مدعیہ نبوت سجاج
 سے سیلہ نے نکاح کر لیا تو اس کے لشکر سے سیلہ کو مزید شوکت حاصل ہوئی بارگاہ خلافت
 سے دو لشکر سیلہ کے مقابلہ پر نامزد ہوئے تھے ایک حضرت عکرمہ کی زیر امارت دوسرا
 حضرت شعیب بن حسنہ کی ماتحتی میں۔ ان دونوں لشکروں نے یکے بعد دیگرے شکستیں کھیں
 حضرت ابوبکر کو جب ان ہزیمتوں کی اطلاع پہنچی تو دونوں شکست خوردہ امیروں کو دوسری مہم پر
 مقرر کیا اور سیلہ کے مقابلہ کا حضرت خالد کو (جو ہم طلحہ سے کامیابی کیساتھ فارغ ہو چکے
 تھے) حکم دیا۔ انکی ملک کے واسطے تازہ دم جمعیت روانہ کی اس جمعیت میں القضا

کے سردار حضرت ثابت بن قیس اور مہاجرین کے امیر حضرت زید بن خطاب (فاوق اعظم کے بھائی بھی) تھے۔ جب حضرت خالد بن ولید پہنچے ہیں تو مسیلہ کے لشکر کی تعداد چالیس ہزار تک تھی۔ کرچی تھی۔ مسیلہ نے حضرت خالد کی آمد کی خبر سنی تو آگے بڑھ کر عقربا بنامی مقام پر پڑاؤ کیا۔ اسی میدان میں حق باطل کا مقابلہ ہوا جب دونوں جانب صفوں جنگ آ رہے ہوئے تھے تو سب سے اول نہار میدان میں اگر مبارز طلب ہوا۔ حضرت زید بن خطاب اُس کے مقابلہ پر گئے۔ بعد مقابلہ نہار مارا گیا۔ اُس کے بعد عام لڑائی شروع ہوئی۔ اس زور کا پڑا کہ مسلمانوں کے قدم اکٹھے گئے اور جمعیت پریشان ہو گئی۔ مسیلہ کے لشکر نے تعاقب کیا اور داتا ہوا خود حضرت خالد کے خیمہ تک پہنچا۔ حضرت خالد کو بھی پیچھے ہٹنا پڑا۔ اُمّ تمیم حضرت خالد کی بی بی خیمہ کے اندر تھیں۔ کفار نے ان کو قتل کرنا چاہا مجاہد نے روکا اور کہا (لغمت الحرة هذه) یہ بہت اچھی آزاد بی بی ہیں۔ عورتوں کو کیا مارے ہو مردوں کا مقابلہ کرو۔ یہ لشکر مسیلہ کے سپاہی خیمہ کی طرف اپس کاٹ کر ہٹ گئے اس نازک اور جوصلہ فرسا موقع پر مسلمان اُمرار لشکر نے اپنی سکت خور و فوج کی جمعیت قائم کرنے کی کوشش جس قوت ایمانی کیساتھ کی وہ قیامت تک صفحات تاریخ پر یادگار رہی۔ انھوں نے یکے بعد دیگرے جانی و مال و اسلام پر قربان کر کے فوج کو غیرت و لالی اور آخر کار کامیاب ہوئے۔ حضرت قیس بن ثابت نے مفردین کو مخاطب کر کے کہا۔

۱۔ مورخ طبری نے اس لڑائی کی بابت لکھا ہے لم یلق المسلمون حرباً مثلاًها قط مسلمانوں کو اس سے زیادہ سخت معرکہ کبھی پیش نہیں آیا۔

۲۔ مجاہد کفار کا سردار حضرت خالد کی قید میں تھا۔ اُسکی آسائش کی نگرانی اُمّ تمیم کے سپرد تھی۔ حسن سلوک کا اثر تھا جو مجاہد نے کہا۔

اے گروہ اہل اسلام تم نے اپنے نفوس کو بری عادت
سکھائی اے امیں تیرے سامنے آنکے (یعنی اہل
یامہ کے) معبود سے اور انکے (یعنی مسلمانوں کے)
اس حرکت سے جو اس وقت کر رہے ہیں اظہار نفرت
کرتا ہوں۔ مسلمانوں کو کچھ جملہ یوں کیا کرتے ہیں۔

بِسْمِ اعْوَدُ تَمَّ الْفُسْكَمُ بِمَعَشَرَ
الْمُسْلِمِينَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَبْرَاۤءُ اِلَیْكَ
مِمَّا یَعْبُدُ هُوَ لَاۤءِ (یعنی اہل
الیمامہ) وَ اَبْرَاۤءُ اِلَیَّكَ مِمَّا یَضَعُ
هُوَ لَاۤءِ (یعنی المسلمین)۔ فَكَذَا
عَنِیْ حَتّٰی اَرٰیكُمْ لَجَلَاءَ۔

یہ کمر حملہ کیا ایک دشمن کی ضرب سے الٹا پاؤں کٹ گیا وہی کٹا ہوا پاؤں لیکر اس زور سے
مارا کہ اپنے حریف کا کام تمام کر دیا خود بھی شہید ہو گئے۔ مسلمان سٹے سٹے جب اپنے
خیموں سے بھی پچھے ہٹ گئے تو حضرت زید بن خطابؓ نے یہ کمر انکو روکا۔

خیموں سے ہٹ کر کہاں جاؤ گے و ابداً ج
میں اس وقت تک کلام نہیں کروں گا کہ یا دشمن کو شکست
دوں اور یا خدا کے سامنے پہنچ کر اپنی معذرت
پیش کروں۔ اے لوگو مصائب برواشت کرو
ڈھالیں تھام لو اور دشمن پر چارو اور قدم بڑھاؤ۔ و
اہل اسلام کے گروہ تم خدا کی جمعیت ہو تمہارے
دشمن شیطانی لشکر غلبہ خدا کے رسول اور اس کے
انصار کے واسطے ہو دیکھو میں کیا کرتا ہوں وہی تم
بھی کرو۔

لَا تَحْوَزَ لَعْدَ الرَّحَالِ وَاللّٰهُ لَا
اَتَكَلَّمُ الْیَوْمَ حَتّٰی اَنْهَضَهُمْ اَوْ
اَلْفِی اللّٰهُ فَاُكَلِّمُهُ بِحُجَّتِهِ غَضُّوا
الْجُنَادَ كَمْ وَعَضُّوا عَلٰی اَضْرَاسِكُمْ
وَ اَضْرَبُوْا فِیْ عَدُوِّكُمْ وَ
اَمْضُوا قَدَمًا۔ بِمَعَشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ
اَنْتُمْ حِزْبُ اللّٰهِ وَ هُمْ اَحْزَابُ
الشَّیْطَانِ وَالْعِزَّةُ لِلّٰهِ وَلِلسُّوْا
وَلَا حُزَابَہُ۔ اَرُوْنِیْ مَا اُرِیْكُمْ
فَاَصْنَعُوْا کَمَا اَصْنَعُ۔

یہ لکھ کر شریف کفار پر حملہ کیا اور شہادت سے سرخرو ہوئے۔ حضرت ابو حذیفہ نے لکھا کر کہا یا اہل القرآن زینو القرآن بالفعال اسے قرآن والو قرآن کی زینت عمل سے بڑھاؤ۔ یہ لکھ کر دشمن پر حملہ کیا اور شہید ہوئے۔ حضرت زید بن خطاب کے بعد حضرت برار بن مالک (حضرت انس خادم رسول کے بھائی) آگے بڑھے انکی عادت عجیب تھی جب میدان جنگ کا غم کرتے بدن پر لرزہ ہوتا آدمی انکو دبا لیتے۔ جب یہ حالت گذر لیتی تو میدان جنگ میں اگر شیر کی طرح بھرتے۔ اُس روز بھی یہی ہوا۔ مسلمانوں کی شکست دیکھ کر انکو جوش آیا اور لرزہ سے فلغ ہو کر میدان میں پہنچ کر لکھائے۔

اَیْنَ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اَنَا الْبَرَاءُ
بْنُ مَالِکٍ هَلُمَّ اِلَیَّ۔
بن مالک ہوں میری طرف آؤ۔

ان ترغیبوں اور شہادتوں کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں کے ایک گروہ نے میدان کی طرف پلٹ کر تازہ جوش کیساتھ پہلہ کیا۔ اس حملے سے دشمن کے قدم ٹک گئے اور اُس مقام تک ہٹ گیا جہاں سیلہ کا مشہور سردار محکم بن اطفیل اپنی قوم کو لیے کھڑا تھا۔ اُس نے لکھا کر اپنے لشکر کو غیرت دلائی اور مسلمانوں پر حملہ کیا عین اسی حالت میں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کی شہادت سے یہ قضا چھوٹا جس نے محکم کی گردن میں لگ کر کام تمام کر دیا۔ اس سے مسلمانوں کی ہمت اور زیادہ بڑھی اور زور سے ہلہ کیا اور اعدا کو حدیقہ تک ہٹائے گئے۔ یہ مقام چار دیواری سے محصور تھا اور اُس کے وسط میں سیلہ قلب لشکر میں قدم جمائے کھڑا تھا۔ دشمنوں نے حدیقہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا حضرت برار بن مالک نے کہا کہ مجھ کو اٹھا کر اندر پسینہ دو۔ مگر کسی نے اس کی جرات نہ کی۔ آخر انھوں نے قسم دلائی مجبور ہو کر لوگوں نے انکو اٹھا کر دیوار پر پہنچا دیا۔

وہ نیچے کودے اور جانبازی کر کے دروازہ کھول دیا دروازہ کھلنے پر مسلمانوں نے حملہ چلے
 کیا مگر مسلمانوں نے جگہ سے جنبش نہیں کی۔ یہ دیکھ کر حضرت خالد نے اپنے لشکر کو دوسری مرتبہ
 سے قائم کیا۔ اور حکم دیا کہ ہر قیلہ الگ الگ ہو کر اپنے اپنے نشان کے نیچے لڑے تاکہ
 ہم دیکھیں کہ ہماری کمزوری کس گروہ کی وجہ سے ہے۔ اس حکم پر قیلہ سمٹ کر اپنے نشان
 کے نیچے آگیا اور نہایت بے جگری کیساتھ دوبارہ حملے شروع ہوئے اب لڑائی ہتھ
 شدید ہوئی کہ پہلے محر کے گروہ ہو گئے سب سے زیادہ نقصان گروہ ہماجرین و انصار کو پہنچا۔
 ان حملوں پر بھی مسلمان ثابت قدم رہا وہ وسط لشکر میں مرکز کا زار بنا ہوا تھا۔ حضرت خالد نے اس
 حالت کو بچاؤ فیصلہ کیا کہ جتنا کسبیلہ کا خاتمہ ہو گا لڑائی ختم ہونگی۔ یہ خیال کر کے خود
 صف سے نکلے اور حریف مقابل طلب کیا۔ اس شمشیر بہنے کے سامنے جو اٹاڑ گیا۔ آخر صفوں کو
 چیرے اور مقابلہ کرنے والوں کو کاٹتے ہوئے کسبیلہ تک پہنچے اور اس سے گفتگو کر کے حملہ کیا۔
 حضرت خالد کے ہاتھ سے کسبیلہ کے قدم ٹنگ گئے اور اس کے لشکر میں فی الجملہ تزلزل پیدا ہوا
 یہ دیکھ کر سپہ سالار اسلام نے لکار کر کہا مسلمانو ثابت قدم رہو ایک مردانہ ہلہ اور دشمن کو ہار
 اس لکار پر جو حملہ حق پرستوں نے کیا وہ اتنا زبردست تھا کہ کسبیلہ کا لشکر تاب نہ لا سکا قدم
 اکھڑ گئے اور میدان سے ہٹ گئے لگا جہاں ارتداد کو نہر میت ہوئی تو لوگوں نے
 کسبیلہ سے کہا کہ آؤ آسمانی مدد کے وعدوں کا کیا حشر ہوا اسے جواب دیا کہ اپنا تنگ و تناس
 بچانا ہی تو بچالو۔ اسی حالت میں وحشی (قاتل حضرت حمزہ) نے اپنا دہن دیکھ کر کسبیلہ کے مارا جس
 صدمے سے وہ گرا۔ گرا تو ایک انصاری نوجوان نے سر کاٹ لیا دشمن کی فوج میں شور مچا دیا

اے کسبیلہ کے باطل پرست ہونیکے۔ بین دلیل ہو کہ وہ ہمیشہ تنگ و ناموس کی غیرت دلا کر فوج کو لاتا تھا اگر
 حق پرست ہوتا حق کا واسطہ دیتا۔

کہ سید کو ایک حبشی نے مار ڈالا۔ یہ شکر اہل باطل کے سے سہے جو اس بھی جاتے ہے اور بے تحاشا
 بھاگے لشکر اسلام منظر و منصور ہوا۔ مورخ طبری نے لکھا ہے کہ حدیقہ کے قرب جو امین و سب
 مرتد مائے گئے سید اسکا نام حدیقہ الموت مشہور ہے۔ سید کے قتل کی خبر شکر حضرت خالد اس
 مقام پر آئے جہاں وہ مارا گیا تھا اور لاش تلاش کی مجاہدہ پانچویں سال تک ہوا اس نے پچا کر تباہی
 کو تہ قدر و رولانی ناک کا آدمی تھا۔ اس معرکہ میں مدینہ کے مہاجرین و انصاریین سوا
 بیرون مدینہ کے تین سو شہید ہوئے باقی مسلمان انکے علاوہ۔ بعد فتح حضرت خالد نے
 مدینہ کو مشرور فتح بھیجا قاصد سیاح بنی حنیفہ کا وفد بھی تھا۔ جب یہ وفد مدینہ پہنچا تو حضرت ابوبکر
 نے اُنے کہا افسوس تمہارے حال پر تم کس حال میں مبتلا ہو گئے۔ شرمندگی سے جواب
 دیا آپ نے جو کچھ مناسب سمجھی۔ پوچھا آخر اس کی تعلیم کیا تھی۔ کہا اس کی وحی کا نمونہ ہے
 یا صَفْعُ نَقِي نَقِي لَا الشَّارِبَ تَتَّبِعُونَ وَلَا أَمْلَاءَ تَكْدِرُونَ۔ لَنَا نِصْفُ الْأَرْضِ وَلَكُمْ
 نِصْفُ وَلَكِنْ قَرَأْتُمْ كُفْرًا وَتَدْعُونَ۔ حضرت ابوبکر نے یہ کلام بلاغت نظام
 شکر کیا۔

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ أَهَذَا الْكَلَامُ مِمَّا خَرَجَ
 مِنْ الْأَكْبَرِ قَائِمٍ يَذْهَبُ بِكُمْ
 یہ کلام تو شان بانی نہیں رکھتا۔ بلکہ کہاں پہنچ لیکھا
 خلاصہ یہ کہ مسلمانوں نے اس طرح ہر موقع پر جانبازی کے جوہر دکھائے نتیجہ یہ ہوا کہ تبت
 بعض خفیف مہموں کے اہل روتہ کے تمام معرکے اللہ میں ختم ہو گئے اور ۹ مہینہ
 کے قلیل عرصہ میں وہ سیلاب فرو ہو گیا جو نواح مدینہ سے لیکر بحرین و عمان تک
 پہنچا ہوا تھا۔ فخری اللہ ابابکر و جنودہ عن المسلمین خیر الجزاء۔

طوفان ارتداد کے فرو ہو جانے کے بعد حضرت ابو بکر نے فوراً اپنی توجہ اُن دوزبردست
مہم عراق و شمنوں کی جانب مائل کی جو مسلمانوں کو گھیرے ہوئے اسلام کی تباہی کی فکر میں تھے
یعنی روم و فارس۔ خلیفہ رسول اللہ کو کس قدر اہتمام ان مہموں کا تھا واقعہ ذیل سے معلوم ہوتا
ہے۔ اُس زمانے میں جبکہ حضرت صدیق مذکورہ بالا مہموں کے انتظام میں مصروف تھے۔ ایک صحابی
نے اپنے قبیلہ کا کوئی معاملہ پیش کرنا چاہا غصہ ہو کر جواب دیا کہ میں تو اُن دشمنوں کے زیر کرنی
فکر میں ہوں جو مسلمانوں کی ناک میں ہیں اور تم میری توجہ معمولی کاموں کی جانب مائل کرتے ہو
اس کے آغاز میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کے مراسلے سلاطین
عالم کے نام جاری فرمائے تو ایک مراسلہ خسرو پرویز بادشاہ ایران کے پاس بھی روانہ فرمایا
قاصد حضرت عبداللہ بن حذافہ تھے نامہ شریف حسب ذیل تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ شَرَعَ خَدَاكَ نَامَ سَے بَرَامَہ رِبَانِ نَحْشَنَہ وَ اَلَا ہِیَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
اِلٰی کِسْرٰی عَظِیْمَ فَاْرِسَ سَلَامٌ عَلٰی کِسْرٰی بَادِشَاہِ فَاْرِسَ نَامَ اُسْکُو سَلَامَ جُو سِیْدِہ
مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی وَاٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ رَاہِ پَرِیْلے اُو رْخَا اُو رْاَسَ کَے رَّسُوْلَ پَرِ اِیْمَانِ لَائے اُو رْ
رَّسُوْلِہِ وَاَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِسْ مَرِ کِی گُو اِہِی دِیَا ہُوں کہ کوئی مَعْبُوْد سُو اَخْدَا کَے نَہِیْ ہِی
وَ حُدَّہُ لَا شَرِیْکَ لَہُ وَاَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَہِی گَا نہ ہِی کوئی اُسْکَا شَرِیْکِ نَہِیْ اُو رْ مُحَمَّدٌ اُسْ کَا عَبْدُ رَّسُوْلِہِ
وَرَّسُوْلُہُ وَاَدْعُوْکَ بِدُعَاِ اللّٰہِ اُو رْ مِیْں تَحْکُوْمَہُ کَا فَرْمَانِ پُھِیچَا تَا ہُوں اِسْلَمَ کَے مِیْں تَمَامِ اِنْسَانُوں
قَالِی رَّسُوْلُ اللّٰہِ اِلٰی النَّاسِ کَافَّةً لَّا اَنْدُبُ کَے پَاسِ اُسْکَا پِلِی ہُو کر اِیَا ہُوں مِیْرِی رَسَالَتِ کَا مَقْصُوْدُ
مَنْ کَانَ حَیًّا وِیَحْیَ الْقُوْلُ عَلٰی ہِی کہ جِکے دِل زَندہ ہِی اُن کو خدَا سَے دُرَاوُنْ اُو رْ جُو اِنْکَا رِیَا
الْکَا فِرِیْنِ فَاَسْلِمُ تَسْلِمٌ فَاِنْ اَبَیْتُمْ قَا تَمِ رِیْں اُن پَرِ حِجَّتِ اَلِہِی تَمَامِ ہُو تُو اِسْلَامِ لَے سَلَامَتِ پَرِیگَا
اَنْتُمْ اَلْمُجْرِمُوْنَ عَلَیْکَ۔ اگر اِنْکَا کرِیَا جُو سِ کَا گناہ تِیْرِی گردن پَرِ پَرِیگَا۔

خسرو نے فرمان مبارک پڑھ کر پارہ پارہ کر دیا اور باذان صوبہ دار یمن کو لکھا کہ دو تیز رو آدمی
 بھیجو تاکہ حجاز میں جو شخص ہو اُس کو پکڑ کر یہاں لے آئیں۔ باذان نے اپنے فرمان بابویہ کو (جو
 اُس کا منشی اور فارسی خط کتابت میں ماہر تھا) اور خرخرہ نامی ایرانی کو مدینہ بھیجا۔ اور ایک
 تحریر آپ کے نام اس مضمون کی بھیجی کہ ان دو آدمیوں کے ساتھ خسرو کے پاس چلے جاؤ۔ قاصد
 براہ طائف مدینہ پہنچے۔ عرب میں اس سفارت کی بڑی شہرت ہوئی اور قریش اس خیال سے
 بہت خوش ہوئے کہ اب شہنشاہ ایران کی بدولت مسلمانوں کی مصیبت سے نجات مل جائیگی۔ حدیث
 مبارک میں حاضر ہو کر بابویہ نے سلسلہ کلام یوں شروع کیا۔ شاہنشاہ ملک الملوک کسری
 کا شاہ یمن کو یہ حکم ہے کہ تمکو اُس کے پاس بھیج دے۔ میں بادشاہ یمن کا فرستادہ ہوں اگر تم
 میرے ساتھ چلو گے تو شاہ یمن تمہاری سفارش شاہنشاہ کے دربار میں کرے گا جس سے تم کو
 نفع بھیگیگا اگر چلنے سے انکار کرو گے تو تم شاہ یمن کو جانتے ہو وہ تمکو اور تمہارے ملک کو برباد
 کر دیگا۔ ان قاصدوں کی ڈاڑھی منڈی ہوئی تھی مونچھیں بڑی بڑی تھیں۔ حضرت سرور عالم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے چہرے کی طرف بنگاہ نفرت دیکھا اور فرمایا افسوس تم پر اتنے
 یہ صورت کس کے حکم سے بنائی ہو جواب دیا کہ اپنے پروردگار کسری کے حکم سے اپنے فرمایا مگر
 میرے پروردگار کا مجھ کو یہ حکم ہے کہ ڈاڑھی بڑھاؤں مونچھیں تراشوں۔ اچھا اب ٹھہرو کل میرے
 پاس آنا۔ دوسرے روز طلب کر کے فرمایا کہ تمہارے کسری کو اُس کے بیٹے شیروہ نے فلاں
 شہنشاہ قتل کر دیا، جاؤ اور اپنے آقا کو خبر دو۔ اور کہہ دو کہ میرا دین اور میری حکومت عنقریب
 ملک کسری میں بھینچتی ہے اور دنیا کے کناروں پر جا کر ٹھیر لگی۔ یہ بھی کہہ دینا کہ اگر تم اسلام
 لے آؤ گے تو تمہارا ملک تمہارا تخت چھوڑ دیا جائیگا۔ اور اپنی قوم پر حاکم رہو گے۔ یہ فرمان خرخرہ
 کو ایک طلائی پیٹی (جو کسی بادشاہ نے بطور تحفہ اپنی خدمت میں بھیجی تھی) عطا فرمائی اور رخصت

کر دیا۔ باذان نے جب کلام مبارک سنا تو کہا خدا کی قسم یہ بادشاہوں کا سا کلام نہیں ہے
 اس کا قائل نبی معلوم ہوتا ہے۔ چند روز کے بعد خسرو کے قتل اور شیروہ کے تخت نشینی کی خبر
 باضا بطمین میں آگئی۔ شیروہ نے یہ بھی لکھا کہ نبی عربی سے کچھ مزاحمت نکجائے۔ آخر عہد نبوت
 میں باذان نے اسلام قبول کر لیا۔ اور جو ایرانی یمن میں تھے وہ بھی مسلمان ہو گئے خسرو پر
 کے قتل کے بعد ایران میں خانہ جنگی و بد نظمی کا دور دورہ رہا چند ہی سال کے عرصے میں بارہ
 سترہ بادشاہ تخت نشین ہوئے جن میں بعض عورتیں بھی تھیں۔ اس تغیر تبدل سے بد امنی و فساد کا
 دائرہ وسیع ہو گیا تھا۔ خلافت صدیقی میں ایران کی طرف سے حاکم عراق ہمز تھا جس کو عربوں
 سے سخت عداوت تھی اور ہمیشہ برسہا برس پر خاش رہتا۔ اہل عرب بھی اس سے نفرت کرتے تھے
 یہاں تک کہ اُس کی سختی اور شرارت ضرب المثل ہو گئی تھی۔ اَلْكَفْرُ مِنْ هَرَمَزٍ وَاجْتِثُ مِنْ هَرَمَزٍ
 اہل ایران کے مظالم سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کی فکر حضرت ابو بکر کو ابتدا سے تھی لیکن کچھ روز
 ارتداد کے انداد کی وجہ سے مہلت غمّی۔ اسی عرصے میں حضرت مثنیٰ عراق سے مدینہ آئے
 اور حضرت صدیق سے کہا کہ اگر آپ مجھ کو میرے قبیلے کی امارت پر مقرر کر دیں تو میں مسلمانوں
 کو اُن اہل ایران کے شر سے محفوظ رکھ سکتا ہوں جو میری سرحد پر ہیں۔ یہ درخواست منظور ہوئی
 اور حضرت مثنیٰ نے عراق واپس جا کر ایرانیوں سے آویزش شروع کی۔ اس طرح ایک حد تک
 اُدھر کی بے اعتدالیوں کا سد باب ہو گیا۔ آخر کار اہل ارتداد کی طرف سے اطمینان حاصل ہوا۔ تمامہ
 کی مہم سر ہوئی۔ مسئلہ کام آیا۔ حضرت ابو بکر نے حضرت خالد کو طلب کر کے دس ہزار فوج کے ساتھ
 اہل فارس کے مقابلے پر مقرر کیا۔ علاوہ اس لشکر کے آٹھ ہزار سپاہ حضرت مثنیٰ وغیرہ اُن
 چار سرداروں کے پاس اور تھی جو پہلے سے مامور تھے۔ اس طرح حملہ اٹھارہ ہزار فوج مہم عراق
 پر متعین ہوئی۔ حضرت خالد کو یہ ہدایت تھی کہ عراق کے نشیبی حصے سے بڑھ کر اول ابلہ پر حملہ کریں

یہ مقام اُس موقع کے متصل تھا جہاں اب بصرہ آباد ہے۔ اُس زمانے میں ہندوستان کا وہی
 تھا اور اُس کے ذریعہ سے ہرمز سمندر میں ہندوؤں کے ساتھ لڑتا رہتا تھا۔ دوسرے لشکر کو حکم
 تھا کہ عراق کے بلائے حصے سے حملہ آور ہو۔ اور دونوں لشکر فتح کرتے ہوئے حیرہ پر آکر لجائیں اور
 شہر مذکور پر متفقہ حملہ کریں۔ جو سردار لشکر وہاں اول پھونچے وہی تمام فوج کا امیر ہوگا۔ جب حیرہ
 فتح ہو جائے تو ایک حصہ لشکر وہاں قیام کر کے عقب کی حفاظت کرے۔ دوسرا حصہ خدا اور مسلمانوں
 کے دشمن اہل فارس کے دار السلطنت مدین پر بڑھے۔ حضرت خالد کو یہ بھی ہدایت تھی کہ رزائے
 پیشہ رعایا کو پریشان نہ کرنے دیں۔ امن کے ساتھ بدستور اراضی پر قابض رکھیں اور کسی قسم
 کی تکلیف نہ پہنچائیں۔ مقابلہ صرف اُن لوگوں سے کیا جائے جو میدان میں آکر لڑیں۔ اس
 ہدایت کا تمام عہدات عراق میں پورا کیا رکھا گیا۔

حضرت خالد کی مهم محرم ۳۰۰ ہجری میں روانہ ہوئی جب ہدایت اول ابلہ کی جانب
 رخ کیا۔ یہ بندر ایران کے تمام بندرگاہوں سے زیادہ پر شوکت اور مستحکم تھا۔ ہرمز سلطنت فارس کے
 اول درجہ کے امرا میں تھا۔ جس کی علامت یہ تھی لاکھ روپیہ کی قیمت کا تلخ پھنستا تھا۔ لڑائی
 سے پہلے حسب ذیل خط ہرمز کے نام بھیجا گیا۔

اَمَّا بَعْدُ اَسْلِمْتَ اَوْ اَعْتَقَدْتَ بَعْدَ حُدُوثِنَا اِسْلَامَ لِيْ اَوْ سَلَامَتَ رُبُّوْا وَرَنَ اِنِّیْ طَرَفُکَ
 لِنَفْسِکَ وَ قَوْمِکَ الدِّمَةُ وَاَقْرَبُ اور اپنی قوم کی طرف سے جزیہ کا اقرار کر کے مسلمانوں کی پناہ
 بِالْخَرِیَةِ وَالْاَفْلَاحِ لَوْ مَنَّ الْاِلَافْسُکَ میں آجاؤ۔ یہ بھی نہیں تو پھر تمہارا ہی قصور ہے۔ وہ
 فَقَدْ حَبَّتْکَ بِقَوْمِکَ یَحْبُوْنَ الْمَوْتَ کَمَا اَدْمٰی لِّکَ اَیَّاهُوْنَ جَنِّ کُوْمَتِ اِیْسٰی پِیَارِیْ ہے جیسے
 تَحْبُوْنَ الْحَیٰوۃ۔ نکلو زندگی۔

۱۰ حیرہ کوفہ سے تین منزل تھا۔ نور بن عمارت مشہور اسی شہر میں تھی ۱۲

ہر مرنے یہ خط پڑھ کر کسریٰ اور ولید کو اطلاع کی اور فراہمی لشکر کا اہتمام شروع کیا۔ چند ہی روز
 میں نہایت سرعت کے ساتھ "اُڑان کمپو" (سُرعان اصحابہ) لیکر حضرت خالد کے مقابلے پر
 روانہ ہوا۔ اول کو اظہم پہنچا۔ معلوم ہوا کہ مسلمان حیر میں ہیں وہاں پہنچا تو سپہ سالار اسلام
 نے لشکر کاظمہ میں لا ڈالا۔ ہر مرنے کو کاظمہ آنا پڑا۔ اس تک دو میں ایرانی لشکر خوب خستہ ہو گیا
 کاظمہ کے پڑاؤ پر آتش پرست فوج پانی کے کنارے مقیم ہوئی۔ مجوسیوں نے بھاگنے کے خوف
 سے اپنے آپ کو زنجیروں سے جکڑ لیا تھا۔ حضرت خالد ہر مرنے کی آمد کی خبر سنکر مقلب پر آئے
 لشکر اسلام کے اُترنے کے واسطے وہ جگہ باقی تھی جہاں پانی نہ تھا۔ مسلمانوں کو تامل ہوا تو حضرت
 خالد نے منادی کرادی کہ ہمیں اُترو اور لڑ کر پانی پر قبضہ کرلو۔ فلم یلبسوا الماء لا حبسوا
 الفریقین واکرم الجلدین۔ میری جان کی قسم پانی اُس کا ہے جو دونوں حریفوں میں زیادہ ثابت قدم اور جواور ذاب تھا۔
 یہ لشکر مسلمانوں نے وہیں پر سامان اُتار دیا۔ ادھر سامان اُتار اٹھا کہ اُدھر حضرت خالد نے
 ہلہ کا حکم دیا۔ میدان کا رزار گرم ہونے پر ہر مرنے دھوکے سے چند آدمی کمین گاہ میں چھپا کر
 حضرت خالد کو اپنے مقابلہ پر طلب کیا۔ یہ جیسے پہنچے ویسے ہی آدمیوں نے ٹکڑا کر کیا۔
 حضرت خالد نے انکا وار خالی دیا اور دلیرانہ ہر مرنے پر حملہ کر کے کام تمام کر دیا۔ ہر مرنے کے قتل کے
 بعد معرکہ جنگ میں اور زیادہ شدت ہوئی۔ بہت سے کشت و خون کے بعد ایران کے لشکر نے
 ہزیمت پائی۔ مسلمان مظفر و منصور ہوئے رات تک مفورین کا تعاقب ہوتا رہا۔ زنجیریں میدان
 میں سے فراہم کی گئیں تو ایک شتر بار (تھینا، پمن) نکلیں اسی وجہ سے اس معرکہ کا نام
 ذات السلاسل ہے۔ مدینہ منورہ فتح ہو چکا تو حضرت ابو بکر نے ہر مرنے کا تان حضرت خالد کو عطا فرما دیا
 اسلام کا مسئلہ ہے کہ خاص خاص معرکہ جنگ میں جو مسلمان اپنے حریف کو قتل کرے اُس کے
 بدن کا سامان وہی لے لے۔ مال غنیمت کے ساتھ ایک ہاتھی بھی مدینہ آیا اور خلیفہ کے حکم سے

شہر میں پھرایا گیا۔ بڑھیاں دیکھتیں اور حیرت سے کہتیں :-

أَمِنْ خَلْقِ اللَّهِ مَا نَرَى کیا جو ہمارے آنکھوں کے سامنے ہو خدا کی مخلوق ہے۔

گشت کے بعد عراق کو واپس بھیجا گیا جہیز کی جنگ کے بعد مدائن کا معرکہ پیش آیا۔ یہ واقعہ پہلے سے زیادہ شدید تھا۔ کسریٰ کے حکم سے تازہ دم فوجیں مدائن سے آکر اس مہم میں شریک ہوئی تھیں فتح مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔ اسی لڑائی میں خواجہ حسن بصری کے والد حبیب گرفتار ہوئے تھے۔ خلاصہ یہ کہ یکے بعد دیگرے ورجہ۔ اسیس۔ یوم المقر۔ حیرہ۔ عین التمر۔ دومۃ الجندل۔ انبار۔ حصید۔ مضیج۔ ثنی۔ زمیل۔ فراص کے معرکے پیش رو سے زیادہ سخت تھے۔ عراق چونکہ سلطنت فارس کا مستقر تھا اور مدائن دارالسلطنت اسی صوبہ میں (قریب بغداد) واقع۔ اس لئے اہل فارس نے نہایت جانبازی و دلیری سے مقابلے کئے لیکن حضرت خالد کی شمشیر براں کے سامنے ہر جگہ سر جھکانا پڑا۔ سپہ سالار اسلام نے اس سرعت و جلدی سے حملے کئے کہ دشمن کو دم لینے کی مہلت نہ ملی اور چند ہی روز میں میدان صاف ہو گیا۔ مورخ طبری نے حضرت خالد کی نسبت لکھا ہے :-

وَكَانَ قَلِيلَ الصَّبْرِ إِذَا رَأَاهُ وَسَمِعَهُ یعنی جب وہ موقع جنگ دیکھتے یا لڑائی کی خبر سنتے تو پھر صبر نہوتا حیرت یہ ہے کہ باوجود اس قدر حمات سر کر نیکی اسی قلیل زمانے میں انھوں نے ملکی انتظامات بھی کئے۔ اعمال مقرر کئے۔ وصول خراج کا بند و بست کیا۔ کاشتکاروں اور زمینداروں کو امن دیا۔ لگان کے معاہدے کئے۔ ایرانیوں نے شروع میں ان فتوحات کو عرب کی معمولی لوٹ مار خیال کیا تھا لیکن جب مسلمانوں کا غم اور انصاف اور برتاؤ کی خوبی دیکھی تو اپنے اپنے گھروں میں باطمینان واپس آگئے ہر پرگنہ اور علاقہ کے باشندوں نے اپنے قاتل مقام بھیج کر جزیے کے معاہدے کئے اور معاہدے کے بعد پورے اطمینان کے ساتھ کاروبار میں مصروف ہو گئے

حضرت خالد کے دو فرماں یہاں نقل کئے جاتے ہیں جن سے اُس منصفانہ طرز عمل کا پتا لگتا ہے جو مسلمانوں نے عراق میں اختیار کیا تھا۔ نقل فرماں بنام صلوا بالسوا دی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ
لِابْنِ صَلْوَا السَّوَادِي وَمَنْزِلَةِ بَشَاطَةِ
الْفَرَاتِ أَنْكَرَ آمِنٌ بِأَمَانِ اللَّهِ عَلَى
حَقِّكَ دَمِكَ بِإِعْطَاءِ الْجُزْيَةِ وَقَدْ
أَعْطَيْتُ عَنْ نَفْسِكَ وَعَنْ أَهْلِ
خَرْجِكَ وَعَنْ جَزِيرَتِكَ وَمَنْ كَانَ
فِي قَرْيَتِكَ بِالنُّقْيَا وَبَارِ سَمَاءِ أَلْفِ دَهْمٍ
فَقَبِلْتَهَا مِنْكَ وَرَحَى مَنْ مَعِيَ مِنْ
الْمُسْلِمِينَ بِهَا مِنْكَ وَلَكَ ذِمَّةٌ
گواہ ہوا۔

اللَّهُ وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ عَلَى

ذَلِكَ. وَشَهِدَ هُشَامُ بْنُ الْوَلِيدِ

اہل حیرہ کے نام معاہدہ ربیع الاول ۳۱ھ ہجری میں لکھا گیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا
عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ عَدِيَّاءُ وَعَمْرُو
ابْنِ عَدِيٍّ وَعَمْرُو بْنُ عَبْدِ الْمَيْمُونِ
وَيَاسُ بْنُ قُبَصَةَ وَحَمِيرِيُّ بْنُ أَكَالٍ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - یہ وہ معاہدہ ہے جو خالد بن
ولید نے عدی اور عمرو و لیسران عدی اور عمرو
بن عبد المیسح اور یاس بن قبیسہ کے ساتھ کیا
یہ لوگ اہل حیرہ کے مقبولہ و مقرر کردہ قائم مقام

وَهُمْ ثُقُبَاءُ أَهْلِ الْجِزْرَةِ وَرَضِيَ بِذَلِكَ
 أَهْلُ الْجِزْرَةِ وَاعْرَضَهُمْ بِهِ عَاهِدَهُمْ عَلَى
 تِسْعِينَ وَمِائَتِهِ أَلْفٍ دِرْهَمٍ تَقْبَلُ فِي
 كُلِّ سَنَةٍ جِزَاءً عَنْ أَيْدِيهِمْ فِي الدُّنْيَا بَرَكَةً
 وَقَسْبِئَهُمْ إِلَّا مَنْ كَانَ مِنْهُمْ عَلَى غَيْرِ
 إِذِي يَدٍ جَبِيسًا عَنِ الدُّنْيَا تَابَرَكَا لَهَا عَلَى
 الْمَنَعَةِ فَإِنْ لَمْ يَمْنَعَهُمْ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِمْ حَتَّى
 يَمْنَعَهُمْ وَإِنْ غَدُرُوا بِفِعْلٍ أَوْ بِقَوْلٍ
 فَقَالِ مَنَّهُ مِنْهُمْ بَرِيئَةٌ
 ہیں یہ قرار داد ہے کہ ہر سال ایک لاکھ نو سو ہزار
 درہم بطور جزیہ وہ لوگ ادا کریں گے جو دنیاوی
 مقصدت کھتے ہوں اور رہبان اور قسبیس
 گروہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو مفلس ہوں دنیا سے
 بالکل بے تعلق ہوں بنیاد معاہدہ حفاظت کی
 اگر میں خالد بن الولید ان کی حفاظت نہ کروں
 جزیہ کا کوئی جزو واجب نہ ہوگا اور وہ راہل حیرہ
 قولاً یا فعلاً بد عہدی کریں ہماری پناہ سے
 نکل جائیں گے۔

حضرت خالد نے فوجی اور ملکی انتظام کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھا تھا۔ فوجی افسر جدا تھے اور
 ملکی جدا۔ چنانچہ اول ہی لڑائی کے بعد جس میں ہر مز کام آیا فوج کے سردار حضرت سعید بن
 اور ملکی حکم سوید بن مقرن مقرر کئے گئے۔ سوید کو ہدایت کی کہ اپنے ماتحت عمال وصول خراج
 کے واسطے مفصلات میں متعین کریں جن پر گنوں کے باشندے مقابلے پر نہیں آئے اُن سے
 کچھ مزاحمت نہیں کی گئی اور آشتی کے ساتھ لگان کا بندوبست کر لیا گیا۔ بالقیار بار و سمار
 وغیرہ اسی سلسلے میں تھے۔ حیرہ اور ابلہ خراج کے صدر مقام تھے جو اس وقت کی اصطلاح
 میں سوا دکھلاتے تھے۔ سوا و حیرہ کے ماتحت حسب ذیل پر گئے اور عامل خراج تھے۔

نام عامل

عبد اللہ بن رثیمہ

حمر بن عبد اللہ

نام پر گنہ

فلا یج (بلندی عراق)

بالقیار و بار و سمار

نام پرگنہ
نہرن
روڈستان
نام عامل خراج
بشیر بن خصاصہ
اُط بن ابی اُط
سواد ابلہ کے حاکم مال سوید بن مقرن کے نائب حسب ذیل عمال تھے۔

حکۃ حبلی حصین بن ابی النحر۔ ربیعہ بن غسل۔
خوبی انتظام کی شہادت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ پچاس دن کے اندر حصہ معینہ
کا مقررہ خراج وصول ہو کر داخل خزانہ ہو گیا۔ اس روپیہ سے مسلمانوں کو آئندہ مہمات میں
بہت مدد ملی۔ حضرت خالد کا اصول عمل یہ تھا کہ جہاں پہنچتے تھے اول تبلیغ اسلام کرتے تھے
بصورت عدم قبول جزیہ طلب کرتے اس سے بھی انکار ہوتا تو اعلان جنگ کیا جاتا۔ چنانچہ
حیرہ کے معرکہ سے پہلے جب اشرف اہل فارس بہ سرگرد ہی قبضہ بن ایاس نائب کسرے
حضرت خالد کے پاس آئے تو انھوں نے کہا:-

ادعواکم اى الاسلام فان اجبیتکم یعنی میں تم کو اسلام کی جانب بلاتا ہوں اگر تم قبول اسلام
فانتہم من المسلمین لکم مالہم و کروگے تو تم مسلمانوں کا جز ہو جاؤ گے تمھارے وہی حقوق ہوں گے
علیکم ما علیہم فان ابیتکم فالجزیۃ جو تم پر ہے اور وہی ذمہ داریاں ہوں گی جو ہم پر ہیں اس سے
فان ابیتکم فقد اتیتکم باقوامہم انکار ہو تو جزیہ دو یہ بھی منظور نہیں تو سمجھ لو کہ تمھارے مقابلے
احرص علی الموت منکم علی الحیوۃ کے واسطے وہ فوجیں لیکر آیا ہوں جو موت پر ایسی ہی جانا
دیتے ہیں جیسے تم زندگی پر بلکہ زیادہ۔

جزیہ کی مقدار معاہدہ حیرہ میں فی کس چار درہم تھی (یعنی ایک روپیہ) راہب تارک الدنیا اور
مفلس مستثنیٰ تھے۔ جزیہ کے عوض میں مسلمانوں کی جانب سے حفاظت کا عہد ہوتا تھا۔ ہر معاہدہ

جزیرہ میں تصریح ہوتی تھی کہ اگر ہم تمہاری حفاظت نہ کر سکیں گے تو جزیرہ بھی نہ لینگے۔ ان معرکوں میں کس قدر احتیاط کی جاتی تھی اور حضرت ابو بکر چھوٹے چھوٹے واقعات سے بھی کس درجہ خبردار رہتے تھے حسبِ نیل واقعہ سے واضح ہوتا ہے۔ مصر کی لڑائی میں جب مسلمانوں نے شیخوں مارا تو دو مسلمان بھی جو دشمنوں میں رہتے تھے کام آئے ایک عبدالغریٰ جن کا اسلامی نام عبداللہ تھا دوسرے لبید۔ شیخوں کے وقت جو اشعار عبداللہ کی زبان پر تھے اُن میں یہ مصرع بھی تھا
ع سبحانک اللہ رب العزت

حضرت ابو بکر نے یہ ماجر اسنا تو دونوں کا خون بہا و رثا کو ادا کیا اور حکم دیا کہ اُن کے پس ماندوں کے ساتھ حسن سلوک اختیار کیا جائے اسی کے ساتھ یہ بھی کہا ہے۔

اما ان ذلک لیس علی اذنا فلا اهل اس کی ذمہ داری میرے سر نہیں ہے جبکہ وہ دارا الحروب میں قیام پذیر تھے۔

فتح حیرہ کے بعد حضرت خالد نے حیرہ کو اپنا صدر مقام مقرر کیا۔ وہیں سے ہر طرف انتظام کے واسطے آتے جاتے تھے۔ السیب سرحدی مقام تھا سرحد کی حفاظت پر کارآزمودہ جو انمرد مامور تھے مثلاً حضرت ضرار بن ازور حضرت ضرار بن الخطاب۔ ثنی بن عارثہ۔ خلافت کے احکام فتح عراق کی بابت یہ تھے کہ جب حیرہ پر نشیبی و بالائی دونوں لشکر اسلام جمع ہو جائیں تو ایک امیر عسکر حیرہ میں قیام کرے دوسرا دین دار سلطنت پر بڑھے حضرت خالد اپنے مفوضہ مہمات طے کر کے حیرہ پہنچ گئے لیکن حضرت عیاض اس سرعت کے ختم نہ کر سکے۔ اور حسبِ ارشاد خلافت حضرت خالد کو انکی مدد کے واسطے بمقام دومتہ الحنزل جانا پڑا۔ اسی سلسلے میں حضرت خالد کربلا کی چھاؤنی تک گئے۔ اُس وقت مسلمانوں کی آونیش کا سلسلہ کنارہ دجلہ تک پہنچ چکا تھا۔ ثنی بن عارثہ خود دین دار کے بعض مورچوں

پرسہ گرم قتال تھے حضرت خالد نے چند روز کربلا میں قیام کیا وہاں اُس زمانے میں کھیلوں کی بہت کثرت تھی عبداللہ بن شیمہ نے شکایت کی تو حضرت خالد نے جواب دیا صبر کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ جن چھاونیوں کا خالی کرنا عیاض کے سپرد تھا اُن کو فتح کر کے عربوں کو قابض کر دو تاکہ مسلمانوں کا عقب محفوظ ہو جائے۔ اور آمد رفت کا سلسلہ بے خدشہ جاری رہے یہی حکم خلیفہ کا ہے اور خلیفہ کی رائے ایک جماعت کے رائے کی برابر قوی ہے۔

ورایہ بعدل نجدۃ الامۃ

رمضان المبارک میں دومتہ الجندل وغیرہ کے معرکے سر کر کے حضرت خالد فراض جا پھونچے جہاں فارس۔ شام اور جزیرہ کی سرحدیں ملتی تھیں۔ اسی موقع پر عید کی نماز ادا کی مسلمانوں کا اجتماع فراض پر دیکھ کر رومیوں کو جوش اور غصہ آیا اور اُنھوں نے فارس کی چھاونیوں کو کفار عرب کے قبائل تغلب۔ آباد۔ نمر سے مدد لیکر مسلمانوں کے مقابلے کا تہہ کیا۔ تغلب وغیرہ قبائل سرحد روم پر آباد تھے اور اُن میں مسلمانوں کے خلاف جوش موج زن تھا اس طرح رومی۔ اہل فارس۔ اور عرب متفق ہو کر مسلمانوں پر پڑھے۔ فرائض کناروں پر دونوں فوجیں جمع ہوئیں۔ رومیوں نے حضرت خالد سے دریافت کیا کہ تم ادھر آؤ گے یا ہم ادھر آئیں اُنھوں نے جواب دیا کہ تم آؤ۔ رومیوں نے کہا بہتر لیکن جس موقع پر تم ہو وہاں سے ہٹ جاؤ تاکہ ہم دریا کو عبور کر سکیں حضرت خالد نے اس سے انکار کیا۔ اٹھا لشکر رومیوں اور ایرانیوں نے مشورہ کیا کہ خالد اپنی بات سے ہٹنے والا نہیں۔ خود سیکو دو سکر گھاٹ سے عبور کر کے مقابلہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ مخالف لشکر نے دریا اتر کر نہایت جوانمردی و غم کے ساتھ حملہ کیا۔ مگر میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ بعد فتح لشکر اسلام نے تعاقب کیا اور کثر سے دشمن کام آئے۔ کامیابی کے بعد حضرت خالد دس روز فراض میں مقیم

رہے۔ اور ضروری انتظام کر کے پانچویں ذی قعدہ کو حیرہ کی واپسی کا حکم دیا۔ عاصم کو ہدایت کی کہ لشکر لیکر چلیں۔ شجرہ بن الاعز ساقہ پر تھے۔ خود حضرت خالد نے اپنا قیام ساقہ میں رکھا۔ جب لشکر آگے بڑھا تو حضرت خالد چند آدمیوں کو لیکر علیحدہ ہو گئے اور غیر معروف راستہ سے مکہ پہنچ کر حج کیا۔ یہ سفر اس تیزی سے طے کیا کہ لشکر کے اخیر حصہ کے ساتھ حیرہ میں داخل ہو گئے۔ واپس آئے تو فرمان خلافت ملا جس میں اس جہارت پر کہ لشکر سے علیحدہ ہو کر حج ادا کیا تبنیہ تھی اور آئندہ احتیاط کی ہدایت۔ اس طرح حضرت خالد نے ۳۲ھ کے اختتام سے پہلے تجویز شدہ مہم عراق کی تکمیل کر دی۔

ج | ذی الحجہ ۳۲ھ ہجری میں حضرت ابو بکر نے حج کیا۔ انکی غیبت کے زمانے میں حضرت عثمان بن عفان مدینہ میں نائب رہے۔

شام ۳۳ھ | ملک شام اُس عہد میں سلطنت روم میں شامل تھا۔ عراق کی طرح سلطنت روم کی عربی سرحد پر بھی قبائل عرب آباد تھے جو اہل حجاز کے ساتھ گونا گون تعلقات رکھتے تھے۔ ہجرت کے بعد جب فلاح مدینہ کے یہود و عرب مسلمانوں کی مخالفت پر کمربستہ ہو کر اٹھے اور دائرہ خضومت وسیع ہوا تو اُس کا اثر سرحد روم تک پہنچا اور اُس طرف سے بھی کاوش و آویزش شروع ہوئی۔ ۳۴ھ ہجری کے وسط میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم رومیوں کے مقابلے پر روانہ فرمائی جو سیرۃ میں غزوہ موتہ کے نام سے مشہور ہے۔ اُس مہم کا جس فوج گراں سے مقابلہ ہو گیا اُس میں خود ہر قتل روم عربوں کی ایک جماعت کثیر کے ساتھ موجود تھا۔ اسی غزوہ میں حضرت جعفر طیار اور حضرت زید بن حارثہ شہید ہوئے رضی اللہ عنہما۔ رجب ۳۵ھ ہجری میں خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین ہزار لشکر کے ساتھ بتوک تشریف لیگے اس مہم کا مقصود بھی ہر قتل کے حملہ کا روکنا تھا۔

جیشِ اُسامہ کی روانگی بھی رومیوں کے مقابلے پر ہوئی تھی۔ ابھی ابھی سن چکے ہو کہ مہم عراق کے دوران میں کس طرح رومی از خود میدان میں در آئے۔ انہی وجوہ سے آغاز خلافت سے حضرت صدیق اکبر کی نگاہ جن دوشیزوں سے لڑ رہی تھی اُن میں ایک ہرقل روم بھی تھا۔ مہم عراق کی کامیابی کے بعد سفر حج سے واپس آ کر حضرت ابو بکر نے مہم شام کا اہتمام کیا۔ سب سے اول حضرت خالد بن سعید کو ایک حصہ فوج کے ساتھ بھیجا اور اُن کو حکم دیا کہ بمقام تیمار پھونچ کر قیام کریں اور تا حکمِ ثانی آگے نہ بڑھیں۔ خود حملہ نہ کریں اور ہر سے حملہ ہو تو دفع کریں جو مسلمان قبائل تیمار کے نواح میں ہوں اُن کو شرکت کی ترغیب دیں لیکن یہ شرط تھی کہ جو لوگ ارتداد کا داغ کھا چکے ہوں وہ شامل نہ کئے جائیں۔ حضرت خالد بن سعید نے بموجب حکم تیمار پھونچ کر پڑاؤ کیا۔ قبائل کا لشکر عظیم ان کے نشانِ کچے جمع ہو گیا۔ ہرقل کو جب اس فوج گراں کی خبر ہو چکی تو اُس نے بھی تیاریاں شروع کیں۔ اور عرب کے مقابلے کے لئے عرب انتخاب کئے۔ قبائلِ لخم غسان جذام وغیرہ جو شام کے سرحد پر آباد تھے حضرت خالد بن سعید کے مقابلے کے واسطے تیمار سے تین منزل کے فاصلہ پر فراہم ہوئے۔ حضرت ابو بکر کو اطلاع کی گئی حکم آیا۔

اقدام ولا تحجموا استنصر اللہ آگے بڑھو رو کو مت خدا سے مدد مانگو۔

اس ہدایت کے مطابق مسلمانوں نے حملہ کیا اور مخالفین کی جمعیت پریشان ہو گئی۔ شامیوں کی چھاو نی پر حجازی لشکر کا قبضہ ہو گیا۔ اس کشمکش کا ایک مبارک نتیجہ یہ ہوا کہ جو قبائل مقابلے پر بڑھے تھے وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اسکی اطلاع بھی مدینہ گئی۔ حکم ہوا اور آگے بڑھو۔ لیکن اس احتیاط سے کہ عقب محفوظ رہے۔ حضرت خالد بن سعید نے قدم آگے بڑھایا اور زیراء و اہل کے درمیان منزل کی یہاں باہان نامی ایک بطریق نے مقابلہ کر کے شکست کھائی۔ اسکی اطلاع کے ساتھ حضرت خالد بن سعید نے مزید مدد کی درخواست بھیجی

اور اب حضرت صدیق نے پورے استہمام کے ساتھ مهم کا انصرام فرمایا۔ اسی عرصے میں وہ لشکر جو یمن، عمان، بحرین، تہامہ وغیرہ مقامات میں اہل ارتداد سے لڑ رہے تھے کامیابی کے بعد مدینہ واپس آ گئے۔ حضرت عکرمہ ذوالکلاع حمیری یمن کے شاہی خاندان حمیر کی یادگار اسی جمعیت میں تھے۔ چار جدید فوجیں شام کو روانہ کی گئیں ایک کے امیر حضرت ابو عبیدہ تھے دوسرے کے حضرت شرجیل بن حسنہ شیری کے حضرت یزید بن ابوسفیان۔ چوتھی کے حضرت عمرو بن العاص۔ یہ افواج مختلف حصص شام پر مامور ہوئیں۔ حضرت عمرو بن العاص کو براہ معرفہ فلسطین پر بڑھے کا حکم ملا۔ بقیہ تینوں لشکر مختلف سمتوں سے بلقار (بلندی شام) کی جانب بڑھے۔ ہر امیر کے متعلق مختلف شہروں کی تسخیر تھی۔ مجموعی اصول یہ تھا:-

أَعْرِفْ أَنَّ الرُّومَ سَتَشْغَلُهُمْ
فَأَحْبَبُ أَنْ لَيْدُ الْمَصُوبِ وَ
لَيْصُوبُ الْمَصْعَدِ لَيْلًا يَتَوَاسَّوْا
مورخ طبری لکھتے ہیں:-

فكان كما ظن - وہی ہوا جو حضرت ابوبکر کا خیال تھا۔

مسلمانوں کی ان چاروں فوجوں کی تعداد ستائیس ہزار تھی۔ حضرت خالد بن سعید کی جمعیت اس کے علاوہ۔ ہر قتل کو جب ان واقعات کا علم ہوا تو اس نے بڑے زور شور سے تیار کیا۔ خود شام پہنچ کر حصص میں قیام کیا۔ یہ تجویز کی کہ مسلمانوں کے ہر لشکر کا جدا جدا مقابلہ کیا جائے تاکہ ان کو اجتماع کا موقع نہ ملے۔ تدارق ہر قتل کا حقیقی بھائی ٹوٹے ہزار فوج کے ساتھ عمرو بن العاص کے جرجہ بن توذرا قریباً اسبقہ جمعیت کے ساتھ یزید بن ابی سفیان کے

لے شام کا وہ صوبہ جس کا صدر بیت المقدس تھا۔

فاحترسوا من الذنوب واجتمعوا بالرموك۔ نیچے جمع ہو ہر امیر عسکر اپنے آدمیوں کے
مُتَسَانِدِينَ وَ لَيَصِلَ كُلُّ رَجُلٍ بِاصْحَابِهِ ساتھ نماز ادا کرے۔

ہر قل کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس نے بھی نقشہ مہم بدل دیا اور حکم دیا کہ تمام لشکر ایک جگہ جمع
ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرے۔ پڑاؤ ایسے موقع پر کیا جاوے جس کا سامنا کشادہ ہو اور
تنگ۔ تدارق امیر الامر اس وقت مقدمہ پر حرجہ اور دائیں بائیں بازو پر ذرا قس و باہان۔

اس کے ساتھ یہ خوشخبری بھی تھی کہ باہان عنقریب اور تازہ دم فوج لیکر تمہارے پاس
پہنچا ہے۔ فرمان شاہی کے مطابق رومیوں کا لشکر و اقصد نامی مقام پر اُترا۔ یہ مقام
دریائے یرموک کے کنارہ پر تھا۔ سامنے دریائے یرموک تھا پشت پر ایک سیدھا
اونچا پہاڑ۔ یہ محفوظ جگہ اسلئے انتخاب کی گئی کہ رومیوں کے ہوش بجا ہوں مسلمانوں کا جو
خوف طاری تھا وہ رفع ہوا و دل ٹھہرے۔ مسلمانوں نے اس موقع کا اندازہ کیا اور اپنا
پڑاؤ چھوڑ کر رومیوں کے سامنے مورچہ جمایا۔ اس طرح رومی پشت اور پیش دونوں جانب سے
محصور ہو گئے۔ حضرت عمرو بن العاص نے یہ کیفیت دیکھ کر مسلمانوں سے کہا:-

أَيُّهَا النَّاسُ الْبَشَرُ، احصرت والله مَرْدُودٌ هُوَ لَوْ كُنَّا قَسَمُ رَبِّ رُومِي مَحْصُورٌ كُنْتُمْ أَوْ مَحْصُورٌ
الرُّومِ، وَقَلَّ مَا جَاءَ مَحْصُورٌ بِخَيْرٍ فوج بہت کم فلاح پاتی ہے۔

مسلمان تین مہینے تک محاصرہ کئے رہے۔ سامنے دریا حائل تھا پشت پر پہاڑ اسلئے مسلمان
خود حملے سے مجبور تھے۔ رومی حملے سے دل چلتے تھے۔ معمولی ہلے کرتے تھے جو سپاہی اُردے
جاتے۔ صفر کے مہینے میں اس اجتماع اور معرکہ کی کیفیت مدینہ پہنچی۔ حضرت خالد کے
نام مراسلہ جاری ہوا کہ عراق کے معاملات شننے کے سپرد کر کے اپنے لشکر کے ساتھ بلغار
کر کے شام پہنچو۔ حضرت خالد نے اس حکم کی پوری تعمیل کی اور اس سرعت سے یرموک پہنچے

کہ ان کے گھوڑے کے پاؤں بیکار ہو گئے۔ ربیع الآخر کے آخر میں یہ لشکر یرموک پہنچا۔ اسی روز
 بابان رومیوں کی کمک لیکر پہنچا تھا۔ اس لشکر کے آگے آگے پادریوں کے مختلف طبقے مثلاً
 راہب۔ قیس وغیرہ تھے اور مسلمانوں کے مقابلے کی ترغیب دیتے جاتے تھے۔ مورخین نے
 رومیوں کی مجموعی فوج کی تعداد دو لاکھ لکھی ہے۔ حضرت خالد کی نو ہزار سپاہ اور بعض او
 لکوں کے شامل ہو جانے سے مسلمانوں کی جمعیت چھیالیس ہزار ہو گئی تھی۔ رومی باوجود
 اپنی کثرت اور حریف کی قلت کے حضرت خالد کے پھونچنے کے بعد بھی ایک مہینے تک خندق
 میں چھپے رہے۔ مذہبی پیشوا ان کو ابھارتے تھے نصرانیت کی تباہی کا ماتم کرتے تھے لیکن
 کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ آخر کار بہت سی کوششوں کے بعد آمادہ پیکار ہوئے۔ یہ واقعہ جمادی الآخر
 کا ہے اس طرح پانچ مہینے کے محاصرے کے بعد میدان میں نکلے مسلمانوں کی مختلف
 فوجیں اپنے اپنے امیر کی زیر حکم تھیں۔ کل فوج پر کوئی سردار نہ تھا۔ جب رومیوں کے
 حملے کی اطلاع ہوئی تو اس طرف سے ارادہ ہوا کہ ہر حصہ لشکر اپنے اپنے سردار کی ماتحتی
 میں مقابلہ کرے اس طرز جنگ کو عرب کی اصطلاح میں نساند کہتے تھے۔ حضرت خالد نے
 یہ حالت دیکھی تو تمام فوج کے سامنے ایک خطبہ دیا اس میں بیان کیا کہ آج کا دن ایک
 عظیم الشان دن ہے جو تاریخ میں یادگار رہیگا اپنے ذاتی شرف اور فخر کو علیحدہ رکھ کر صرف
 مرضی الہی کے واسطے کام کرنا چاہیے اور وہ طرز اختیار کرنی چاہیے جس سے دشمن نفع نہ
 اٹھاوے۔ متفرق امر کی ماتحتی میں لڑنا قوت کو منتشر کرنا ہے وہ رائے قرار دو جو مناسب
 موقع ہو سب نے کما تم اپنی رائے ظاہر کرو انھوں نے کہا کہ خلیص کا اندازہ تھا کہ معرکہ آسان
 ہونگے۔ جو واقعات یہاں پیش ہیں اگر ان کی خبر ہوتی تو ضرور وہ تمام لشکر کو ایک امیر کا
 ماتحت کر دیتے۔ اب یہ ہونا چاہئے کہ کل لشکر ایک سپہ سالار کے حکم سے لڑے۔

جو باری باری سے مقرر ہو۔ ایک دن ایک امیر یہود دوسرے روز دوسرا۔ اگر پسند ہو آج کی
 امارت میری سپرد کر دو۔ سارے امرائے اس رائے کو تسلیم کیا اور اس روز کی سپہ سالار
 حضرت خالد کو تفویض کی گئی۔ رومیوں نے اپنی فوج نئی ترتیب سے قائم کی تھی۔ امیر اسلام
 نے بھی معمولی ترتیب چھوڑ کر جدید طرز اختیار کی۔ جو عرب نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی
 تھی۔ تمام سپاہ کو چالیس دستوں پر تقسیم کر کے ہر دستہ پر ایک کارآزمودہ سردار مقرر
 کیا۔ اور فوج والوں سے کہا کہ دشمن کی کثرت ہو تو اس سے بہتر ترتیب نہیں ہو سکتی۔
 اس سے لشکر کی تعداد دونی معلوم ہوتی ہے۔ قلب پر حضرت ابو عبیدہ۔ مہینہ پر حضرت عمر بن
 بن حسنہ اور عمرو بن العاص اور میسرہ پر حضرت یزید بن ابی سفیان مقرر کئے گئے۔ ایک دستہ
 حضرت خالد کے بیٹے عبد الرحمن کے سپرد تھا جبکی عمر اس وقت اٹھارہ برس کی تھی۔ قاضی
 عسکر حضرت ابو دردا تھے۔ قاص حضرت ابو سفیان۔ اور قاری حضرت مقداد۔ غزوہ بدر
 کے بعد حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنت مقرر فرمادی تھی کہ آغاز غزوہ سے
 پیشتر سپاہ اسلام کے سامنے سورۃ انفال پڑھی جائے۔ یہ خدمت قاری کے سپرد تھی
 قاص کی یہ خدمت تھی کہ سپاہیوں کے سامنے کھڑے ہو کر جوش جنگ تازہ کرتے چنانچہ
 حضرت ابو سفیان ہر دستہ کے سامنے جاتے اور کہتے۔

| | |
|-----------------------------------|--|
| انتم زادة العرب والنصارى الاسلام | تم جو امزدان عرب ہو اور اسلام کے انصار۔ وہ جو امزدان |
| وهم زادة الروم والنصارى الشرك | روم ہیں اور شرک کے مددگار۔ اے اللہ آج کا دن |
| اللهم هذا يوم من ايامك اللهم انزل | معرکہ کا دن ہے۔ اے اللہ اپنی مدد اپنے بندوں |
| لشركك على عبادك | پر نازل فرما۔ |

لشکر اسلام میں ایک ہزار صحابی شریک تھے جن میں سے ستوا بزرگ بدری تھے جب

حضرت خالد شکر کی صفیں قائم کر رہے تھے ایک شخص نے کہا رومیوں کی فوج کس قدر زیادہ ہے۔ اور ہماری کتنی کم۔ حضرت خالد نے کہا نہیں ہماری فوج بہت ہی زیادہ ہے اور رومیوں کی بہت ہی کم۔ سپاہ کی قلت یا کثرت تعداد پر موقوف نہیں نتیجہ جنگ فتح و شکست اُس کا انداز ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ترتیب صفوف کے بعد حضرت خالد نے حکم دیا کہ حضرت عکرمہ و حضرت قعقاع قلب کے دونوں بازوؤں سے ٹکڑے کر کے حملہ آور ہوں۔ معرکہ کا رزار گرم ہوا عین معرکہ میں مدینہ سے قاصد بھونچا۔ لوگوں نے حال دریافت کیا تو اُس نے خیریت اور آمد مدد کی خوشخبری سنائی۔ حضرت خالد کے پاس بھونچا تو آہستہ کچھ کہا اور مرا سلہ دیا۔ اُنھوں نے مرا سلہ کو بجنسہ ترکش میں رکھ لیا۔ اور مصروف جنگ ہو گئے۔ ہنگامہ دار و گیر میں جذب حق کا کرشمہ دیکھو۔ دوران کار رزار میں رومیوں کا سردار جرجہ بن توذرا میدان میں آیا اور لڑکار کر کہا خالد میرے سامنے آئیں۔ حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ کو اپنا نائب کیا اور خود آگے بڑھ کر دونوں لشکروں کے درمیان جرجہ سے ملے۔ اول دونوں نے ایک دوسرے کو پناہ دی بعد امان اس قدر ملکر کھڑے ہوئے کہ گھوڑوں کی کنوتیاں مل گئیں۔ جرجہ سچ کہنا جھوٹ مت بولنا آزاد مر د جھوٹ نہیں بولتے۔ دھوکا دنیا فریب شرفا کا شیوہ نہیں۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ خدا نے تمہارے بنی کے پاس آسمان سے تلوار بھیجی تھی وہ تم کو عطا ہوئی اور اُس کا اثر ہے کہ تم ہر جگہ فتحیاب ہوتے ہو۔ حضرت خالد نہیں۔ جرجہ پھر تمہارا لقب سیف اللہ کیوں ہے۔ حضرت خالد۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے پاس بھیجا۔ اُنھوں نے اسلام ہمارے سامنے پیش کیا۔ اول ہم سب کے سب بھاگ کر کنارہ کش ہو گئے۔ پھر بعض نے تصدیق کر کے پیروی اختیار کی۔ بعض دور دور کر چھٹلاتے رہے۔ میں اُن میں تھا جو تکذیب پر قائم تھے۔ اس کے بعد اللہ نے ہمارے قلب پر میرے گردین جھکا دیں اور ہدایت بخشی۔

میں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کی اُس وقت ارشاد ہوا :-

أَنْتَ سَيِّفٌ مِنْ سَيَوفِ اللَّهِ سَلَّهْ
اے خالد تو خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار

علیٰ المشرکین
ہو جو مشرکین کے مقابلے کے لئے پیام سنو گلی ہو

نتیجہ یہ ہوا کہ اب میں سب مسلمانوں سے زیادہ مشرکوں کا دشمن ہوں۔ جرحہ۔ تم نے سچ کہا۔

اب یہ بتاؤ کہ دعوت اسلام کیا ہو۔ حضرت خالد۔ اس امر کا اقرار کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود

نہیں۔ اور محمد اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور اُس پیام کی تصدیق جو وہ خدا کی طرف سے

لائے۔ جرحہ۔ اگر اُسکو کوئی نہ مانے۔ حضرت خالد جزیہ دے۔ جرحہ۔ یہ بھی قبول نہ کرے۔ حضرت

خالد۔ ہم اول اعلان جنگ کر نیگے پھر لڑ نیگے۔ جرحہ۔ جو تم میں شامل ہو اُس کا مرتبہ۔ حضرت

خالد۔ اللہ کا فرمان ہو کہ سب مسلمان درجہ میں برابر ہیں اعلیٰ ہوں یا ادنیٰ۔ اول ہوں یا آخر

جرحہ۔ جو آج ایمان لائے وہ بھی رتبہ میں مساوی ہوگا۔ حضرت خالد۔ برابر ہوگا بلکہ افضل۔

جرحہ۔ یہ کس طرح۔ حضرت خالد۔ ہم نے جب اسلام قبول کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حیات تھے۔ نزول وحی کا سلسلہ جاری تھا۔ آپ احکام آسمانی کی خبر دیتے تھے ہم معجزات

و تصرفات مشاہدہ کرتے تھے۔ اس صورت میں ہمارا مسلمان ہونا لازم تھا۔ آج تم اُن باتوں

کو نہیں دیکھتے پھر بھی ایمان لاتے ہو تو ہم سے افضل ہو۔ جرحہ۔ تم قسم سے کہتے ہو کہ تم نے مجھے

پورا سچ کہا۔ دھوکا نہیں دیا۔ تالیف قلب نہیں کی۔ حضرت خالد۔ واللہ نہ میں نے جھوٹ کہا

نہ مجھکو تم سے یا کسی سے نفرت ہو۔ جو تم نے پوچھا اُس کا سچا جواب میں نے دیدیا۔ اللہ میرا

مددگار ہو۔ جرحہ۔ بیشک تم نے سچ کہا۔ یہ کہہ کر اپنی ڈال پس پشت ڈال دی اور کہا مجھکو

اسلام کی تلقین کرو۔ حضرت خالد اُسکو اپنے خیمے میں لیکے۔ اول غسل دیا۔ پھر تلقین اسلام کے

بعد جرحہ کو مقتدی بنا کر دو رکعت نماز ادا کی۔ جرحہ کی یہ حالت دیکھ کر وہیوں نے عام ہلہ کو دیا

پہلے حملے میں مسلمانوں کے قدم ڈگمگائے۔ حضرت عکرمہ اور حضرت حارث بن ہشام ثابت قدم
 رہے۔ جس وقت حضرت خالد جرجہ کو لیکر خیمے سے نکلے تو رومی مسلمانوں کی صفوں میں گھسے
 ہوئے تھے۔ حضرت خالد نے للکارا تو مسلمانوں نے دلیری سے حملہ کر کے دشمن کو پیچھا دیا۔
 اب سیف اللہ نے ہلہ کیا اور شمشیر آزمائی شروع ہوئی۔ چاشت سے دن ڈھلنے تک میدان
 جنگ یکساں گرم رہا۔ انتہائی عصر کی نماز اشارے سے ادا کی گئی۔ یہ عالم قابل دید تھا کہ وہ
 جرجہ جو صبح کو مسلمانوں کے دشمن تھے اب حضرت خالد کے پہلو بہ پہلو شہ ایمان میں سرشار
 رومیوں پر وار کر رہے تھے۔ اور یہ قسمت کہ عین معرکہ میں سعادت شہادت سے کامیاب ہوئے
 اور صرف وہ نماز ادا کر کے جو آغاز اسلام کا نیاز تھی سرخرو اپنے رب کے حضور میں پھونچے۔ رضی اللہ
 عنہ۔ شام کے قریب رومیوں کو لغزش ہوئی۔ یہ دیکھ کر حضرت خالد نے قلب کے دسے لیکر خود حملہ
 کیا اور پہلے ہلے میں دشمن کے پیادوں اور سالوں کے درمیان گھسکر حد فاصل بن گئے
 اول رسالوں کو شکست ہوئی اور میدان چھوڑ کر بھاگے۔ مسلمان اس شکست سے خوش
 ہوئے۔ لیکن اپنی جگہ پر قائم رہے۔ تعاقب نہیں کیا۔ سواروں کے بعد حضرت خالد نے پیادوں
 پر دھاوا کیا۔ ان کی جمعیت بھی متفرق ہوئی اور خندق میں جا گھسی۔ مسلمان متعاقب پھونچے
 پشت پر ہیاڑ تھا۔ اس لئے رومی گھر گئے۔ اور نہزاروں تلوار کے گھاٹ اتر گئے۔ حضرت خالد نے
 بڑھکر روم کے سپہ سالار تذارق کے خیمے پر قبضہ کر لیا۔ نماز مغرب بعد فتح تنگ وقت پر
 ادا کی گئی۔ رومی شکست پا چکے تاہم متفرق لڑائی کا سلسلہ صبح تک جاری رہا۔ حضرت
 خالد کے گرد مسلمانوں کے رسالے تھے۔ اور تذارق کے خیمہ گاہ سے وہ تمام شب فوج کو لڑاتے
 رہے۔ شب کے وقت حضرت عکرمہ نے کہا کہ میں بہت سے معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کا مقابلہ کرتا رہا۔ آج کیا میں رومیوں سے بھاگ جاؤنگا۔ کون ہے جو مجھے موت پر

بیعت کرے۔ یہ سنکر حضرت حارثؓ حضرت ضرار بن ازد نے مع چار سو مسلمانوں کے
 اُن کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی۔ اور حضرت خالد کے خیمے کے سامنے جم کر لڑنا شروع کیا
 یہاں تک کہ باستثناء معدودے چند سب کے شہید ہو گئے۔ صبح کو لوگ بحالت نزع
 حضرت عکرمہ اور اُن کے بیٹے عمرو بن عکرمہ کو اٹھا کر حضرت خالد کے پاس لائے۔ انھوں نے
 حضرت عکرمہ کا سر اپنی ساق پر اور عمرو بن عکرمہ کا ران پر رکھا۔ چہرہ سے خاک صاف کرتے
 منہ میں پانی پٹکاتے اور کہتے جاتے۔ اس پر بھی ابن خثیمہ کا خیال ہو کہ سہو شہادت کی تمنا
 نہیں۔ اسی حالت میں خدا کے دونوں برگزیدہ بندے رہ گئے عالم بالا ہوئے۔ رضی اللہ
 عنہما۔ یہ واقعہ سننے کے قابل ہو کہ اس لڑائی میں مسلمان بیبیاں بھی شریک تھیں اور اپنے
 دستے جداگانہ قائم کر کے سرگرم قتال ہوئیں۔ جویریہ بنت ابوسفیان کے دستے نے سب سے
 زیادہ کار نمایاں کیا۔ تین ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ صبح ہوتے ہوئے میدان رومیوں سے صاف
 ہو گیا۔ آفتاب طلوع ہوا تو اُس نے اسلامی پرچم دریاے یرموک پر لہراتا دیکھا۔ یہ فتح بہت
 مستمبشان تھی اسکی وجہ سے مسلمانوں کا سکھ رومیوں کے دل پر بیٹھ گیا اور فتوحات کا
 دروازہ کھل گیا۔ اس معرکہ کا یہ واقعہ یاد رکھنے کے لائق ہو کہ رومیوں نے آغاز کار میں ایک
 عرب جاسوس مسلمانوں کے لشکر میں بھیجا۔ ایک دن ایک رات وہ حالات جانچتا رہا
 واپس گیا تو کہا:-

| | |
|-----------------------------------|--|
| باللیل رہبان و بالیوم فرسان لوسرق | وہ لوگ رات میں درویش ہیں دن میں شہسوار |
| ابن ملکھم قطعوا یدہ و لوزنی رجم | حق پرستی کا یہ عالم ہو کہ اگر انکے بادشاہ کا بیٹا چوری |
| لواقمۃ الحق فیہم | کرے تو اُس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ زنا کرے تو سنگسار |
| | کر دیا جائے۔ |

اب ہکویہ تبا دنیا چاہئے کہ جو قاصد اثنائ جنگ میں مدینہ سے آیا تھا وہ حضرت ابوبکر کی رحلت کی خبر لیکر پھونچا تھا۔ جو مراسلہ اُس نے دیا تھا وہ حضرت عمر خلیفہ ثانی کا تھا۔ اُس میں حضرت خالد کی معزولی اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی سپہ سالاری کا حکم درج تھا

ساتویں جمادی الآخر ۳۱ھ کو ہوا سرد تھی حضرت ابوبکر نے غسل کیا۔
 مرض الموت وفات سردی کے اثر سے بخار ہو گیا۔ یہی بخار انجام کار مرض وفات ثابت ہوا
 پندرہ روز علیل رہے۔ علالت روز بروز بڑھتی گئی جب مسجد تک اینکی قوت نہ رہی تو حضرت عمر کو امامت پر مقرر کیا۔ شدت مرض کی حالت میں بعض آدمیوں نے کہا کہ طبیب طلب کر لیا جائے۔ جواب دیا کہ طبیب دیکھ چکا۔ پوچھا کیا کہا۔ فرمایا اُس کا قول ہے:-

انی فعال لِمَا أُرِيدُ
 میں جو ارادہ کر لیتا ہوں کر ڈالتا ہوں۔

مدعا سمجھ کر لوگ چپ ہو رہے۔ ایام علالت اُس گھر میں بسر کئے جو مسجد بنوی کے قریب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ تھا۔ حضرت عثمان پڑوس میں تھے اس لئے اکثر حاضر باش رہے۔ سختی مرض زیادہ بڑھی تو حضرت ابوبکر کو اپنے جانشین کی فکر ہوئی اور چاہا کہ مسلمانوں کو اختلاف سے بچانے کے لئے اپنا جانشین نامزد کر دیں۔ اول خود سوچا پھر اکابر صحابہ سے مشورہ کیا۔ اور بعد مشورہ حضرت عمر کی نسبت رائے قائم کی۔ بعض صحابہ نے جنگو حضرت عمر کی سختی کا اندیشہ تھا اپنا یہ خیال مشورہ کے وقت ظاہر کیا تو جواب دیا کہ عمر کی سختی اس وجہ سے تھی کہ وہ میری نرمی سے واقف تھے۔ میرا تجربہ یہ کہ جب میں غصہ ہوتا تو وہ غصہ فرو کرنے کی کوشش کرتے۔ نرمی دیکھتے تو سختی کا مشورہ دیتے۔ بعد مشورہ جب رائے پختہ ہو گئی تو ایک وزیر حضرت ابوبکر بالا خانہ پر تشریف لے گئے۔ شدت ضعف کی وجہ سے کھڑے ہونے کی طاقت نہ تھی۔ انکی بی بی حضرت اسماء بنت عیسٰی دونوں ہاتھوں سے

سبہائے سوائے تھیں۔ نیچے آدمی جمع تھے۔ حضرت ابوبکر نے اُن کو مخاطب کر کے کہا:-
 اَتَرْضُونَ مِمَّنْ اَسْتَخْلَفَ عَلَيْكُمْ فَاِنِّي اَيُّكُمْ اَسْ شَخْصٌ كُوْپَنْد كُرْدِ كِي جِس كُو مِيں وليعهد مقرر كروں
 وَاللّٰهُ مَا اَلُوْتُ مِنْ جُهْدِيْ الرَّأْيِ وَلَا اَسْكُوْخُوبُ سَمَجِّ لُو اور مِيں بِالْقَسْمِ كُتَا ہوں كہ مِيں نے غور اور
 وَلَيْتَ ذَا قَرَابَةٍ وَاِنِّي قَدْ اَسْتَخْلَفْتُ عُمَرَ فَلَا كَا كُوْنِيْ دَقِيْقَةً فَرْوَكُذِ اَسْتِ نِيں كِيَا اور مِيں نے اپنے كُسي
 بِنِ الْخَطَابِ فَاسْمَعُوا وَاطِيعُوا قَرَابَتِ اُر كُو تَجْوِزِ نِيں كِيَا مِيں عُمَرَ بِنِ الْخَطَابِ كُو اپنا جانشين
 مقرر كرتا ہوں تُم مِيں اَكُنَا سَمْعُوا اور مَانُو۔

سب نے كہا سَمْعُوا واطِيعُوا۔ ہم نے سُنَا اور مَانَا۔ اُس كے بعد نيچے او تَر آئے اور حضرت عثمان كُو
 طَلَبِ كَر كے كہا عَمْدَ نَامَ لَكُھُو۔ چنانچہ حَسْبُ فِيلِ عَمْدَ نَامَ لَكُھَا كِيَا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - هٰذَا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَا عَمِدَ ابُو بَكْرٍ بِنِ الْخُفَاةِ فِيْ اٰخِرِ عَمْدِ يِه عَمْدَ نَامَ ابُو بَكْرٍ بِنِ الْخُفَاةِ كِي اٰخِرِ زَمَانِ كِي كَا ہِي جَبَكِ وَہ دُنْيَا سَ
 بِالْدُنْيَا خَارِجًا مِنْهَا وَعِنْدَ اَوَّلِ عَمْدِ سَفَرِ كَر رَا ہِي اور عَالَمِ اٰخِرَتِ كے دَاخِلِہ كِي پہلي سَاعَتِ ہِي جہاں
 بِالْاٰخِرَةِ دَاخِلًا فِيْهَا حَيْثُ يَوْمِ كَا فَرَمُو مَن - بَدْعِيْثِہ عَقِيْثِہ تَمْنَد اور جھوٹا صَدَقَتِ شَعَارِ ہُو جَانَا
 اَلْكَافِرُ وَيُوقِنُ الْفَاجِرُ وَيَصِدُّ هِي مِيں نے عُمَرَ بِنِ الْخَطَابِ كُو اپنا وليعهد كِيَا لٰہٰذَا اُن كَا عَمْدِ سَمْعُوا
 الْكَاذِبُ اِنِّيْ اَسْتَخْلَفْتُ عَلَيْكُمْ بَعْدِي اور مَانُو۔ خُوبُ سَمَجِّ لُو كہ اس بارہ مِيں خُذَا۔ اُسكے رَسُوْل۔ اُسكے
 عُمَرَ بِنِ الْخَطَابِ فَاسْمَعُوا وَاطِيعُوا دِيْنِ كِي خُودِ اپني اور مَتَّحَارِيْ خَيْرِ خُوَ ہِي كَا حَقِّ اَدَا كَرْنِ كِي مِيں نے
 وَاِنِّيْ لَمَّا اَلَّ اللّٰهُ وَرَسُوْلُہ وَدِيْنُہ پُورِي كُوشش كِي ہِي اَكْرُوہ عَدَلِ كَرْنِي كے تُو اُنكِي سُنْبِتِ مِيں رَا ہِي
 وَنَفْسِيْ وَاَيَاكُمُ الْاٰخِرَ اَفَانِ عَدَلِ خِيَالِ اور عَمْدِ ہِي اَكْرُوہ بَدَلِ كے تُو ہر شَخْصِ اپنے عَمَلِ كَا پھل پَانِي كَا
 فَذَالِكُ لَطْفِيْ بَدْعِيْ عَلِيْ فِيْہِ وَان نِيْتِ مِيں رِيْ بَخِيْرِ ہِي غَيْبِ كَا عَمْدِ نِيں۔
 بَدَلِ فَلَكَ اَمْرُ مَا اَلَّكَتِبُ وَالْخَيْرِ جُو لُو كِ ظَلَمِ كَرْنِي كے وَہ جَلْدِ دِي كِي لِيں كے كہ وَہ كَسِ

اردت ولا علما الغیب سَعِلَمَ اللّٰذِیْنَ ہیلو پر پٹا کھائیں گے۔
 ظلموا ائی منقلب ینقلبون والسلام علیکم اور تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور
 ورحمۃ اللہ وبرکاتہ برکتیں۔

اس عہد نامہ کی تحریر و تشہیر کے بعد ایک شخص نے آکر حضرت ابو بکر سے کہا کہ تم نے عمر کو وصیہ
 مقرر کیا ہے حالانکہ تم دیکھتے تھے کہ وہ لوگوں سے تمہارے سامنے کیسا بڑا و کرتے تھے۔ اُس وقت
 کیا ہوگا جب وہ تمہارے بجائیں گے۔ تم اپنے رب کے پاس جا رہے ہو۔ تم سے رعیت کی بابت
 سوال کریگا۔ حضرت صدیق اُس وقت لیٹے ہوئے تھے۔ یہ کلام سُن کر کہا مجھ کو سمجھا دو۔ بیٹھ گئے
 تو کہا۔

اب اللہ تخوفنی اذا القیت اللہ قلت کیا تم مجھ کو خدا سے ڈراتے ہو میں جس وقت اللہ کے سامنے
 استخافت علی اہلک خیر جاؤنگا تو کہونگا کہ میں تیری امت سے بہترین بندہ کو اپنا
 اہلک۔ جانشین مقرر کر آیا ہوں۔

اس کے بعد حضرت عمر کو تخلیہ میں طلب کیا اور جو سمجھنا تھا وہ سمجھایا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔
 اللہم انی لمارد بذلک الا صلاحہم اے اللہ میں نے یہ انتخاب صرف مسلمانوں کی بہتری
 وخیف علیہم الفتنۃ فعلت فیہم کے ارادے سے کیا ہے اور اس اندیشہ سے کہ انہیں فساد
 بما انت اعلم بہ واجتہدت لہم نہو۔ میں نے وہ عمل کیا ہے جسکو تو بہتر جانتا ہے۔ میں نے
 سרא یا ولیت علیہم خیرہم واقویہم خوب فکر کے بعد رائے قائم کی ہے بہترین اور قوی ترین
 و احصہم علی ما اشدہم وقد شخص کو وصیہ کیا ہے جو سب سے زیادہ مسلمانوں کی راست
 حضرنی من افرک ما حضر فاخلفنی روی کا خواہشمند ہے۔ میرے لئے تو کوچ کا حکم آچکا
 فیہم فہم عبادک و نوا صیہم اب میں انکو تیری سپرد کرتا ہوں وہ تیرے بندے ہیں

بِذِكِّ اصْحَابِ الْيَمِّ وَلَا تَهْمُ وَاجْعَلْ

مِنْ خَلَفَائِكَ الرَّاشِدِينَ وَاصِلٌ

لَهُ رِعَايَتُهُ

اور انکی باگ تیرے ہاتھ میں ہوئے اللہ انکے حاکموں

کو صلاحیت دے اور ولیعہد کو خلفائے راشدین کے

زمرہ سے کر اور اُسکی رعیت کو صلاحیت بخش۔

یہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ روانگی شام کے وقت حضرت خالد عراق کی امارت تھے بن حارثہ کے

سپر و کر گئے تھے۔ انکی روانگی کے بعد ادھر کسری نے تازہ دم فوجیں بھیجیں اور دھر حضرت

ابوبکر کی علالت کے سبب مدینہ سے مراسلت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ حضرت تھے نے مترود ہو کر

بشیر کو اپنا نائب کیا اور خود مدینہ آ پونچے۔ جس دن وہ پھونچے حضرت ابوبکر کی حیات کا آخری

دن تھا تاہم حالات مفصل سنئے اور خطرہ کا اندازہ کر کے حضرت عمر کو بلایا اور کہا کہ جو میں کہتا ہوں

اُسکو سنو اور اُسپر عمل کرو۔ مجھکو توقع ہے کہ آج میری زندگی ختم ہو جائیگی۔ دن میں میرا دم نکلے

تو شام سے پہلے اور رات میں نکلے تو صبح ہوتے ہوئے مسلمانوں کو ترغیب و تکرار کی مدد پر

آمادہ کرنا۔ کسی مصیبت کی وجہ سے مکرورین کی خدمت اور حکم ربانی کی تعمیل سے نہ رکننا چاہیے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے بڑھکر کوئی مصیبت ہو سکتی ہے۔ تم نے دیکھا ہے کہ

اُس روز میں نے کیا کیا تھا۔ قسم ہے رب کی اگر میں اُس روز حکم الہی کی بجا آوری میں کوتاہی

کرتا تو اللہ ہمو تباہ کر کے سزا دیتا اور مدینہ میں آگ بھڑک اٹھتی اگر خدا تعالیٰ شام میں مسلمانوں

کو فتح دے تو خالد کے لشکر کو عراق بھیج دینا اس لئے کہ وہ کار آزمودہ اور وہاں کے حالات سے

واقف ہے۔ ایک وز دوران مرض میں دریافت کیا کہ مجھکو بیت المال سے کل وظیفہ اتنا تک

کس قدر ملا ہے حساب کیا گیا تو چھ ہزار درہم ہوئے (نپدرہ سو روپیہ تھینا)۔ ہدایت کی کہ میری فلاں

زمین فروخت کر کے بیت المال کا روپیہ واپس دیدیا جائے۔ چنانچہ وہ زمین بچکر روپیہ واپس

دیدیا گیا۔ یہ بھی تحقیقات کی کہ بیعت کے بعد میرے مال میں کیا اضافہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ ایک تھینا

غلام ہے جو بچوں کو کھلاتا ہے اور اسی کے ساتھ مسلمانوں کی تلواروں پر صیقل کرتا ہے۔ ایک اونٹنی ہے جس پر پانی آتا ہے اور ایک سوار وہ پہ کی چادر۔ وصیت کی کہ وفات کے بعد یہ سب چیزیں خلیفہ وقت کے پاس پہنچا دی جائیں۔ رحلت کے بعد جب یہ چیزیں حضرت فاروق کے سامنے آئیں تو رُئے اور کھائے ابو بکر تم اپنے جانشینوں کے واسطے کام بہت دشوار کر گئے۔ قریب وفات حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے پارچہ کا کفن دیا گیا تھا۔ کہا تین پارچہ کا۔ وصیت کی کہ میرے کفن میں بھی تین کپڑے ہوں۔ دو یہ چادریں جو میرے بدن پر ہیں دھولی جائیں۔ ایک کپڑا نیا لے لیا جائے۔ ام المومنین نے کہا کہ اباجان ہم ایسے تنگدست نہیں کہ نیا کپڑا نہ خرید سکیں۔ جواب میں فرمایا کہ جان پد رنئے کپڑے بمقابلہ مردوں کے زندوں کے لئے زیادہ موزوں ہیں کفن تو پیپا اور لہو کے واسطے ہے۔ انتقال کے روز دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس روز رحلت کی تھی لوگوں نے کہا دو شنبہ کو۔ سنکر کہا کہ مجھ کو اُمید ہے میری موت بھی آج ہی ہو۔ وصیت کی کہ میری قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس بنائی جاوے۔ عین سکرات کے وقت جب دم سینیہ میں تھا حضرت عائشہ نے حسرت سے یہ شعر پڑھا۔

وَابْيَضَ بَيْسَتَسْقَى الْغَمَامُ بَوَّجِهَهُ

رَبِّعُ الْبَيْتَاهُ عِصْمَةٌ يَلْزَمُ امِلْ

ترجمہ۔ وہ نورانی صورت جس کے چہرہ کی تازگی سے بادل سیراب ہو

میتوں پر شفیق بیواؤں کی پناہ ہے۔

آنکھیں کھولیں اور کہنا یہ شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ آخر کلام یہ تھا۔

رَبِّ تَوْفَنِي مُسْلِمًا وَالْحَقْنِي بِالصَّالِحِينَ اے رب تو مجھ کو مسلمان اٹھا اور صالحوں سے ملا۔

۲۲ جمادی الآخر ۳۱ھ ہجری دو شنبہ کا دن گزرنے پر شام مغرب کے درمیان وفات پائی
 نماز جنازہ کی امامت حضرت عمرؓ نے کی اور اسی شب کو حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب اس طرح دفن کئے گئے کہ اُن کا سر آنحضرت صلی
 علیہ وسلم کے شانہ کے برابر رہا۔ رضی اللہ عنہ۔

عمر ۶۳ سال کی تھی ایام خلافت دو برس تین مہینے گیارہ دن۔

قبول اسلام کے وقت مالی سرمایہ چالیس ہزار درہم تھا۔ تجارت ذریعہ معاش
 ذاتی حالات تھی۔ اس سرمایہ کو خدمت اسلام میں صرف کرتے رہے جب ہجرت کر کے
 مدینہ کو چلے تو پانچ ہزار درہم باقی تھے سب ساتھ لے آئے اور مدینہ میں تجارت اور مالی
 خدمت اسلام کا شغل جاری رہا۔ وفات کے وقت نقد ایک جہہ تھا۔ خلافت کے بعد بھی
 شغل تجارت قائم رہا۔ روزانہ چادریں اپنے کندھے پر لا کر بازار کو لیجاتے اور خرید و فروخت
 کرتے۔ چھ مہینے تک یہی عمل رہا۔ جب مشاغل خلافت بڑھے اور فرصت منفق ہوئی تو صحابہ
 کو جمع کیا اور کہا کہ خلافت کے کاروبار اب تجارت کی عملت نہیں رہتے اور میں اہل عیال
 کی پرورش کا سامان مہیا نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر صحابہ کرام نے اُن کے مصارف خزانہ سے
 مقرر کر دیئے۔ بعد غور معیار مصارف مدینہ کے ایک مہاجر کا خرچ رکھا گیا۔ اس میں اختلاف ہو
 کہ مقدار وظیفہ کی کیا تھی بعض نے لکھا ہے کہ ادھی بکری کا گوشت روزانہ معمولی لباس
 شرط یہ تھی کہ پرانا لباس بیت المال میں داخل کر دیا جائے۔ بعض نے نقد وظیفہ کا تقرر لکھا
 ہے۔ نقدی کی مقدار باختلاف روایت ڈھائی ہزار درہم سالانہ سے چھ ہزار درہم تک بتائی
 گئی ہے۔ میں کم و بیش ڈھائی ہزار کو ترجیح دیتا ہوں۔ وجہ یہ کہ وفات کے وقت جو حساب
 وظیفہ کا کیا گیا اس کے بموجب کچھ اوپر سوا دو سال کا وظیفہ چھ ہزار درہم ہوا۔ خلافت سے

سے پہلے سُنح میں رہتے تھے وہیں اُنکی بی بی حضرت حبیبہ بنت خاریہ کی سکونت تھی۔ ایک کمل کا حجرہ (چھوٹا خیمہ یا راوٹی) مکان کی بساط صرف اسقدر تھی چھ مہینے تک خلافت میں بھی اُسی میں قیام رہا۔ جس روز وہاں جانے کی باری ہوتی جاتے اکثر پیدل بھی اپنے ذاتی گھوڑے پر عشا کے بعد جاتے صبح کو واپس آجاتے۔ خلافت سے پہلے محلہ کی لڑکیاں اُن کے پاس بکریاں لائیں اور وہ دودھ دیتے۔ جب خلیفہ ہو کر محلہ میں گئے تو لڑکیوں نے دیکھ کر کہا اب یہ دودھ نہیں دہنگے۔ سُنکر کہا ضرور دہونگا۔ مجھ کو خدا کی واثق سے اُمید ہو کہ اس منصب سے میری کسی عادت میں فرق نہیں آئیگا۔ چنانچہ جب محلہ میں جاتے تو دریافت کرتے دودھ دو دو یا بکریاں چالاؤں۔ جیسا لڑکیاں کہہ دیتیں اُس کے مطابق تعمیل کرتے۔ خود اُنکی بکریاں بھی ہتھیں کبھی کبھی اُن کو بھی لیجا کر چراتے۔ شفقت کا یہ عالم تھا کہ جب محلہ میں نکلتے تو بچے بابا بابا کہہ کر دوڑتے اور آکر لپٹ جاتے۔ جمعہ کے دن صبح کو سُنح میں ٹھہر کر سہرا اور ڈارھی میں سُنح خضاب لگاتے غسل کرتے کپڑے بدل کر مدینہ آتے اور نماز جمعہ پڑھاتے۔ چھ مہینے کے بعد سُنح کی سکونت ترک کر کے مدینہ کے مکان میں متصل مسجد نبوی سکونت اختیار کی۔ اُن بزرگوں کی روزانہ زندگی کا انداز اس حدیث سے ہوتا ہے۔

ایک روز حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے دریافت فرمایا آج تم میں سے روزہ کس نے رکھا۔ حضرت ابوبکر میں نے جنازہ کے ساتھ کوٹ گیا۔ حضرت ابوبکر میں محتاج کو کھانا کس نے کھلایا۔ حضرت ابوبکر میں نے۔ بیمار کی عیادت کس نے کی۔ حضرت ابوبکر میں نے۔ سُنکر ارشاد ہوا کہ یہ اوصاف جہیں جمع ہونگے وہ جنتی ہو۔ مدینہ کے کنارہ پر ایک اندھی محتاج بڑھیا رہتی تھی۔ حضرت عمر ہمیشہ اُس کے

یہاں اس راوہ سے جاتے کہ کچھ خدمت کریں۔ مگر جب پھونچتے تو معلوم ہوتا کہ کوئی آدمی اُسے پہلے آکر خدمت کر گیا۔ ایک روز دروازہ میں چھپر کھڑے ہو گئے۔ وقت مقرر پر وہ شخص آیا دیکھا تو حضرت ابو بکر تھے۔ یہ خلافت کا زمانہ تھا۔ مقررہ وظیفہ کے خرچ میں کس قدر احتیاط تھی اُس کا اندازہ اس واقعے سے کیجئے۔ ایک وزاں کی ایک بی بی نے شیرینی کی فرمائش کی۔ جواب دیا کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ اجازت ہو تو میں خرچ روزمرہ میں سے کچھ دام بچا کر جمع کر لوں۔ فرمایا جمع کرو۔ کچھ روز میں چند پیسے جمع ہو گئے تو حضرت ابو بکر کو دیئے کہ شیرینی لا دو۔ پیسے لیکر کہا معلوم ہوا کہ یہ خرچ ضروری سے زیادہ ہیں۔ لہذا بیت المال کا حق ہیں۔ چنانچہ وہ پیسے خزانے میں جمع کرادیئے اور اسی قدر اپنا وظیفہ کم کر دیا۔ مُتہ پر کوئی تعریف کرتا تو کہتے اے اللہ تو میرا حال مجھ سے بہتر جانتا ہے اور تعریف کرنے والوں سے میں اپنا بہتر جانتا ہوں جو اُنکا گمان میری نسبت ہے اُس سے اچھا مجھ کو کر دے اور میرے وہ گناہ بخش دے جنکو یہ نہیں جانتے اور جو یہ کہتے ہیں اُس کا مواخذہ مجھ سے مت کیجئے۔ اپنا سب کام خواتین ہاتھ سے کرتے تھے۔ دوسروں سے کام لینے سے سخت احتراز تھا۔ انتہایہ کہ اونٹ کی سواری میں نکیل ہاتھ سے گر پڑتی تو خود اتر کر نکیل اٹھاتے ایک بار لوگوں نے کہا کہ آپ ہم سے کیوں نہیں کہتے۔ جواب دیا کہ :-

میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ کو حکم ہے کہ انسان سے میں کچھ نہ مانگوں۔

ان حبیبی صلی اللہ علیہ وسلم امرنی ان لا یسئل الناس شیئاً۔

حلیہ :-

گورے چٹے و بے پتلے آدمی تھے مگر جھکی ہوئی تھی۔ تہہ مکر پر نہیں رک سکتا تھا نیچے کو کھسک جاتا

رجل ابیض خفیف احنی لا یتمسک ازراہ یستوخی عن

حقوتیہ معروق الوجه غائر العینین
 چہرہ ستا ہوا آنکھیں بھی ہوئیں پیشانی بلند
 نالی الجہۃ عاری الاستاجع حسن
 انگلیوں کے جوڑ گوشت سے خالی قدموزوں۔
 القامة۔

امام زہری کا قول ہے کہ بال گھونگرولے تھے۔ آواز دردناک تھی۔ بات بہت کم کرتے تھے جو کہتے سنجیدہ کہتے انداز کلام ذوق و محویت کی شان لئے ہوئے تھا۔ قلب نہایت رقیق و نرم تھا اسی لئے آواز لہلہ تھا۔ سخی باوقار حلیم و شجاع تھے۔ رائے نہایت سدید و صائب تھی اس کا جوہر وہ نور ایمانی تھا جس کا نام اصطلاح شرع میں فراست مومن ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب زوالہ الخفایں لکھتے ہیں (خلاصہ) حضرت ابوبکر علم کتاب و سنت میں مثل دیگر علمائے صحابہ تھے۔ جس صفت میں سب سے ممتاز تھے وہ یہ تھی کہ جب کوئی مشکل مسئلہ یا مشورہ پیش آتا وہ اپنی فراست کو اس پر غور کرنے میں صرف کرتے۔ خداوند تعالیٰ غیب سے ایک شعاع اُن کے دل پر ڈالتا جس سے حقیقت حال روشن ہو جاتی۔ اس شعاع کا ظہور لطیفہ قلبیہ سے ہوتا۔ لہذا حقیقت حال بصورت غرمت ظاہر ہوتی۔ نہ بزرگ تخیل۔

اصول حکومت | بنیاد حکومت قرآن و حدیث تھی جب کوئی معاملہ پیش آتا اول قرآن کی طرف رجوع کرتے اگر کلام مجید میں نہ ملتا حدیث کی طرف توجہ کرتے اگر خود حدیث نہ معلوم ہوتی مجمع میں آکر دریافت کرتے کہ فلاں معاملہ میں کسی کو حدیث یاد ہے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ بہت سے آدمیوں کو حدیث معلوم ہوتی اسپر شکر کرتے کہ میری مدد کے واسطے اس قدر سنت رسول کے جاننے والے موجود ہیں۔ جب حدیث بھی نہ ملتی تو صحابہ میں جو اہل الرائے اور منتخب بزرگ تھے اُن کو جمع کر کے مشورہ کرتے جس رائے پر اجتماع ہو جاتا اُسی پر کار بند ہوتے اسلام نے جو مساوات کی روح پھونکی تھی اُسکو آخر عہد تک نہایت اہتمام سے قائم رکھنے کی۔

لوٹش کی بہت المال کی آمدنی مساوی طور پر تقسیم کی جاتی تھی۔ اُس میں جوان بوڑھے
مرد یا عورت کا کچھ امتیاز نہ تھا۔ اُنکا قول تھا:-

لا یحقرن احدکم احد من المسلمین
فان صغیر المسلمین عند اللہ اکبر
تم میں سے کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے
اس لئے کہ چھوٹا سا مسلمان بھی، اللہ کے نزدیک بڑا ہے

ایک مرتبہ مجمع میں بیٹھے تھے ایک شخص نے آکر کہا، السلام علیکم یا خلیفۃ رسول اللہ! سنا کہ
تمام مجمع میں خصوصیت کے ساتھ مجھ کو سلام کیوں کیا۔ خلافت کے بعد جب اول مرتبہ اولے
عمرہ کے واسطے مکہ گئے تو لوگ اُن کے پیچھے پیچھے چلنے لگے سب کو علیہ کر دیا اور کہا اپنی اپنی
راہ چلو۔ شان تکبر سے ہمیشہ احتراز رکھا۔ ایک مرتبہ ایک فاتح امیر نے نامہ فتح کے ساتھ دشمن
کا سر بھیجا تو بہت ناخوش ہوئے۔ لائیوالے نے عذر کیا کہ ہمارے دشمنوں کا یہی طرز عمل ہے۔ فرمایا
کہ ہم روم و فارس کے مقلد نہیں اس کے بعد عام ہدایت جاری کر دی کہ آئندہ صرف فتح کی
خبر بھیجی جائے دشمن کا سر نہ بھیجا جائے۔ عمال کی بابت یہ اصول تھا کہ جو عامل حضرت سرورِ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ تھے وہ بدستور قائم و برقرار رہے۔ سادگی اسلام کو ہمیشہ
اپنا شعار رکھا۔ اُس سادگی و وقار پر ہزار تکلف اور شان و شوکت نثار تھے۔ اہل ارتداد کے
مقابلے سے جب اسلام کے لشکر لوٹے تو اُن کے ہمراہ ذوالکلاع حمیرمی بھی یمن سے آئے یہ
اُس شاہی خاندان حمیر کی یادگار تھے جو مدتوں یمن پر جاہ و جلال کے ساتھ فرمانروا رہ چکا تھا
شاہی خاندان کے دور آخر کے تکلفات و ناز و نعمت کا پورا جلوہ ذوالکلاع میں نظر آتا تھا
سر پر جواہر نگار تاج تھا۔ بدن میں زریں پوشاک۔ طلائی مٹی کی کمریں۔ ہمراہی بھی زرق برق
لباس میں تھے۔ مدینہ آکر خلیفہ کو دیکھا تو گیر و پاوریں۔ ایک ہاندھے ایک اوڑھے مگر
اسلامی وقار و تکمیل کا رفتہ رفتہ یہ اثر ہوا کہ ذوالکلاع نے لباس شاہی چھوڑ کر دلق درویشی

اختیار کر لی۔ ایک وزدنیہ کے بازار میں نکلے تو کمر سے چمڑی کی معمولی بیٹی بندھی تھی۔ ایک ہمراہی نے دیکھ کر حسرت سے کہا کہ یہ کیا شکل بنالی جواب دیا کہ اسلام کے اثر سے لایعنی تکلفاً بے لطف ہو گئے۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح خزانہ کے مہتمم تھے اور خزیہ کے آمدنی کا حساب انکی
 عمال و کاتب سپرد تھا۔ بیعت کے بعد انھوں نے کہا کہ مال کا کام خلیفہ کی طرف سے میں انجام
 دوں گا۔ خزانہ جب تک حضرت ابو بکرؓ میں رہے وہاں رہا۔ قفل پڑا رہتا تھا۔ پہرہ نہ تھا۔ لوگوں
 کہا کہ پہرہ رکھئے تو جواب دیا قفل کافی ہے۔ جب مدینہ کی سکونت اختیار کی تو خزانہ مدینہ چلا آیا
 قاضی حضرت عمرؓ تھے۔ اس عہد کی صفائی معاملات کا یہ عالم تھا کہ ایک سال تک ایک مدعی
 بھی حضرت عمرؓ کے سامنے نہ آیا۔ کاتب حضرت زید بن ثابتؓ۔ حضرت علی مرتضیٰؓ حضرت
 عثمانؓ تھے۔ معمولی خط کتابت کا کام جو حاضر ہوتا اس سے لے لیا جاتا یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس
 زمانے میں ان خدمات کا معاوضہ لینا سخت برا سمجھا جاتا تھا جو کام کرتے محض حبہ اللہ۔

عمال

| مقام حکومت | نام عامل |
|---------------|---------------------|
| مکہ (حجاز) | عتاب بن اسید |
| طائف | عثمان بن ابی العاص |
| صنعا (یمن) | ہاجر |
| حضر موت (یمن) | زیاد بن لبید انصاری |
| خولان | یعلیٰ بن نبیہ |

مقام حکومت

نام عامل

زبید و سمیع (بمن)

حضرت ابو موسیٰ اشجری

خند

حضرت معاذ بن جبل

بحرین

علاء حضرمی

نجران

جریر بن عبد اللہ

دومتہ الجندل (عراق)

عیاض بن الغنم

عراق

شعی بن عارثہ

ثور (بلاد مرزنیہ)

جرش

قرآن - قرآن شریف بطور وحی تیس برس تک تھوڑا تھوڑا حضرت
 علمی کمالات و علمی خدمات | سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔ بہت سے صحابہ کرام ایسے
 تھے جنکو کلام مجید پورا حفظ تھا۔ نہایت کثرت سے ایسے جنکو مختلف حصے یاد تھے۔ جب وحی نازل
 ہوتی تھی تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تباں وحی میں سے کسی کو طلب فرماتے
 اور لکھوا دیتے۔ حضرت زید بن ثابت کو یہ سعادت اکثر حاصل ہوتی۔ کاغذ نایاب تھا اس لئے
 علاوہ کاغذ کے وحی چمڑے کے ٹکروں، کھجور کی چھال، بکری کے شانہ کی ہڈی، سپید پتھر کے
 ٹکروں پر بھی لکھی جاتی اور یہ لکھے ہوئے اجزاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس محفوظ
 رہتے۔

عدو شود سبب خیر گرت اخواب

پیامہ کے پرشہر معرکہ سے یہ نتیجہ خیر نکلا کہ کلام مجید ایک جگہ تحریر ہو کر بشکل کتاب محفوظ
 ہو گیا۔ اوپر سن چکے ہو کہ معرکہ مذکور میں کس کثرت سے مہاجرین و انصار شہید ہوئے

اُن میں کثرت سے ایسے تھے جو کل یا جز قرآن کے حافظ (قرّار) تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ مسلمانوں کو ابھی بہت معرکے سر کرنے ہیں اگر ہر معرکہ میں اسی کثرت سے حافظ شہید ہوئے تو قرآن کا خدا حافظ ہی۔ آپ حکم دیجئے کہ کلام مجید ایک جگہ ضبط تحریر میں آجاوے۔ اول حضرت صدیقؓ نے اس بنیاد پر تامل کیا کہ جو فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ کس طرح کریں۔ مگر بحث کے بعد حضرت ابوبکرؓ پر منکشف ہو گیا کہ حضرت عمرؓ کی رائے صحیح ہے۔ حضرت زید بن ثابتؓ کو طلب کر کے اول اپنی اور حضرت عمرؓ کی گفتگو کا اعادہ کیا پھر کہا تم جو ان ذی ہوش ہو کوئی الزام تم پر نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وحی لکھا بھی کرتے تھے۔ لہذا تم کلام مجید لکھ کر ایک جگہ جمع کر دو۔ اول حضرت زید بن ثابتؓ کو بھی وہی تامل ہوا جو حضرت صدیقؓ کو ہوا تھا لیکن مباحثہ کے بعد اطمینان ہو گیا۔ اور انھوں نے خدمت قبول کی۔ حضرت زیدؓ کا مقولہ ہے کہ اگر پہاڑ کو اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھ دینا میرے سپرد کیا جاتا تو وہ آسان ہوتا۔ بمقابلہ اس کے کہ جمع قرآن کا بوجھ میری سر پر رکھا گیا۔ اس سے اُس احسان کا اندازہ ہو سکتا ہے جو حضرت زید بن ثابتؓ کو خدمت مفوضہ کی ذمہ داری کا تھا۔ کاشانہ نبوت سے تحریر شدہ اخبار برآمد کئے گئے۔ مزید احتیاط و غایت اہتمام صحیح کے لحاظ سے حضرت زید بن ثابتؓ ان اجزاء کا مقابلہ بار بار اُن صحابہ سے کرتے جن کو کل یا جز کلام مجید یاد تھا اور جب کوشش کا کوئی دقیقہ باقی نہ رہتا تب کاغذ پر نقل کرتے غرض اسی جانفشانی و تحقیق کے ساتھ حضرت زید بن ثابتؓ نے تمام کلام مجید کاغذ پر لکھ کر ایک جگہ جمع کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُس کا نام مصحف رکھا۔ یہ نسخہ خاص حضرت ابوبکرؓ کی تحویل میں رہا۔ حضرت ابوبکرؓ خود ہی حافظ قرآن تھے۔ اور حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کاتبان وحی کے زمرہ میں شامل۔ لکھنا اُس زمانے میں اس قدر کیاب تھا کہ قریش کے اتنے بڑے قبیلے میں بقول علامہ بلاذری آغاز اسلام میں صرف

سترہ آدمیوں کو لکھنا آتا تھا۔ زمانہ خلافت میں جو اشکال معانی کلام مجید کے متعلق پیش آیا اسکو حل کیا۔

حدیث۔ متعدد احادیث ایسی ہیں جو حضرت ابوبکر کے سوال کے جواب میں ارشاد ہوئیں۔ اس طرح وہ اُن کے عالم وجود میں آنے کے باعث ہوئے۔ ایک سو بیالیس حدیثیں بروایت حضرت صدیق مروی ہیں ان کو امام سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ قلت روایت کے اسباب شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت کم زندہ رہے۔ وہ تھوڑا زمانہ بھی اور قسم کی کمات کے طے کرنے میں گزر گیا۔ اُن کے معاصر قریباً سب صحابہ تھے جو خود عالم حدیث و روایت حدیث سے مستغنی تھے۔ تابعین بہت ہی کم تھے۔ واقعات بھی زیادہ پیش نہیں آئے۔ باوجود قلت روایت کے امہات مسائل میں حضرت ابوبکر کی روایتیں سند میں مثلاً طریقہ نماز حضرت ابوبکر سے ابن زبیر نے حاصل کیا اُن سے امام عطاء نے اُن سے ابن الجریج نے ابن الجریج کی نسبت یہ قول ہے کہ اُن کے زمانہ میں اُن سے بہتر نماز کا ادا کرنا نہ تھا۔ اہل مکہ اوائے نماز میں طریقہ صدیقیہ کے پابند تھے۔ زکوٰۃ کی تقادیر کی بابت سب سے زیادہ مستند روایت حضرت صدیق کی ہے۔

فقہ۔ فقہ کے متعلق اجتہاد کا قاعدہ مقرر کیا جو سارے مجتہدوں کا دستور العمل بن گیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ اُسے رضی اللہ عنہ شیخ و استاد جمیع مجتہدین شد بوضع اس قاعدہ فقہ کے جو مشکل مسائل پیش آئے اُن کو حل کیا مثلاً میراث جدہ۔ میراث جد۔ تفسیر کلام۔ حد شرب خمر۔ مہم شام کی روانگی کے وقت جو احکام امراء لشکر کو دیے وہ صدیوں تک امراء اسلام کا دستور العمل رہے۔

تعبیر روایا۔ یہ بھی ایک علم الہی ہے جس کا ادراک جدید روشنی میں شکل ہے۔ وجہ یہ کہ جو لوگ

نہیں سمجھتے یا نہیں سمجھا سکتے وہ نور و صفائی باطن سے محروم ہیں جس کی ضرورت اس فن کے لئے ہے۔ ہر حال فن تعبیر کے امام ابن سیرین کا قول ہے

کان ابو بکر اعبر هذا الامة بعد النبي
آخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت
صلی اللہ علیہ وسلم۔
میں ابو بکر فن تعبیر میں سب سے زیادہ ماہر تھے۔

تصوف۔ سب سے اول تصفیہ و تزکیہ باطن کے واسطے کلمہ طیبہ کا طریقہ ذکر حضرت ابو بکرؓ کے تلمیذ
کیا۔ حضرت جنید کا قول ہے کہ توحید میں بزرگتر کلام حضرت ابو بکر صدیق کا یہ مقولہ ہے:-

سبحان من لم يجعل خلقه سبيلاً
یاک ہودہ ذات جس نے اپنی مخلوق کے لئے
إلا بالعجز۔
سوائے عجز کے کوئی رستہ نہیں بنایا۔

کشف المحجوب میں ہے کہ طریقہ تصوف کے امام ابو بکرؓ انقطاع عن الاغيار جو جان تصوف ہے
ان کے اس خطبے سے عیاں ہے اَلَا مَن كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ۖ - محبت دینا سے پاک و صاف
ہونے کا شاید غزوہ ہتوک کا وہ واقعہ ہے۔ مَا خَلَفْتُ لِعِيَالِكَ۔ قال الله ورسوله۔

آخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑ آئے۔ کہا اللہ اور اس کا
رسول۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے تصوف صدیقی کے ذیل میں حضرت صدیق اکبر کے ان تمام
اوصاف کی تفصیل کی ہے جو اساس تصوف ہیں مثلاً توکل۔ احتیاط۔ تواضع۔ خدا کی مخلوق پر
شفقت رضا۔ خوف الہی۔ جو صاحب شائق تفصیل ہوں ازالۃ الخفا دیکھیں۔ ہم مضمون کے
عام فہم ہونے کے سبب زیادہ تفصیل سے نہیں لکھتے۔ صرف خوف الہی کی ایک مثال پر اکتفا
کرتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک وز دخت پر ایک چڑیا دیکھی تو حسرت سے کہا:-

طوبی لك يا طير تا كل من شجرة و
لے پرندے خوشحال ہے تو پھل کھاتا ہے دخت
تست نهل من شجرة و تصير الى غير حنا
کے سایہ میں بسر کرتا ہے حساب کتاب کی کھٹکا

یالیت ابابکر مثلث۔ ہین کاش ابوبکر تجھسا ہوتا۔

نماز میں خشیت الہی کا یہ عالم ہوتا کہ ایک چوب خشک کی طرح کھڑے ہوتے۔ طریقہ نقش بند یہ جو خشک عالم میں فیض رساں ہو اُس کا سلسلہ بواسطہ حضرت امام جعفر صادق حضرت ابوبکر صدیق تک پہنچتا ہے۔

عقائد۔ عقائد کے متعلق حضرت ابوبکر نے سب سے اول توحید و رسالت کا امتیاز علی الاعلان اُس وقت ظاہر کیا جبکہ خود صحابہ کرام متحیر تھے یعنی بعد وفات حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُس موقع کا خطبہ قیامت تک یادگار رہیگا۔ بعد بیعت رسالت و خلافت کے حدود صاف صاف علیحدہ قائم کر دیئے۔ خلیفہ ہونے کے بعد ایک خطبہ خاص اس محبت کے متعلق دیا۔ آپس میں بوضاحت بیان کیا کہ دو باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھیں وہ مجھے طلب نہ کرنا ایک وحی۔ دوسری عصمت اسکو اس کثرت کے ساتھ خطبوں میں ظاہر کیا کہ سامعین کے ذہن میں راسخ ہو گیا۔ علاوہ خطبوں کے اور مواقع پر بھی اس کا لحاظ اہتمام کے ساتھ رکھا۔ کسی نے اُسے کہا خلفۃ اللہ تو کہا:-

انا خلیفۃ رسول اللہ وانا بہ راض میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوں اور اسی سے خوش ہوں۔ ایک بار کسی پر غصے ہو رہے تھے ایک شخص نے کہا حکم ہو تو اس کی گردن اڑا دوں۔ فوراً کہا کہ یہ رتبہ خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا۔ واقعات وفات میں پڑھ چکے ہو کہ شدت سکرات میں جب ایک مدحیہ شعر انکی شان میں پڑھا گیا تو آنکھیں کھول کر کہہ دیا کہ یہ شان رسول اللہ کی تھی۔ زکوٰۃ اور نماز میں جو تفریق قائم کرنے کی کوشش کی گئی اُسکو آغاز خلافت میں کس شدت سے روکا۔

علم انساب۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ آج انساب قریش کے متعلق حسب قدر علم ہو

وہ بروایت زبیر بن بکار محفوظ ہے۔ انھوں نے مصعب زبیری سے حاصل کیا۔ مصعب نے بہ یک واسطہ مطعم بن جبر سے مطعم نے حضرت ابوبکر سے۔
بلاغت خطب۔ مورخین کا قول ہے کہ صحابہ کرام میں فصاحت خطبہ میں دو صحابی سب سے ممتاز تھے ایک حضرت ابوبکر دوسرے حضرت علی مرتضیٰ۔
 بعض مقولے :-

لا يحقرن أحدكم أحدًا من المسلمين
 فان صغير المسلمين عند الله أكبر
 وجدنا الكرم في التقوى والغناء في
 اليقين والشرف في التواضع
 تم میں سے کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر خیال نہ کرے
 اس لئے کہ چھوٹا سا مسلمان بھی خدا کے نزدیک بڑا ہے۔
 ہم نے بزرگی تقویٰ میں۔ بے نیازی یقین میں
 اور غرت تواضع میں دیکھی۔

ایک خطبے میں حدیث کے یہ الفاظ بیان کئے تھے جو اجل ہر مسلمان کا دستور العمل بننے چاہئے
 ولا تقاطعوا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا
 وكونوا عباد الله اخوانا كما امركم
 حضرت خالد بن ولید کو ایک موقع پر نصیحت کی :-
 فر من الشرف يتبعك الشرف واحرص
 على الموت تو ميب لك الحياة
 جاہ و غرت سے بھاگو غرت تمہارے پیچھے پھر گئی موت
 پر دلیر رہو مگر زندگی بخشی جائیگی۔

حضرت صدیق اکبر محبت رسول میں غرق تھے۔ حضرت عروہ نے روایت کی ہے
 محبت رسول کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے سال حضرت ابوبکر نے
 ایک وز خطبہ دیا اس میں یہ الفاظ زبان سے نکلے :-

انسمعت نبيكم صلي الله عليه وسلم
 یعنی میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

عام الاول۔

پار سال سنہ۔

پار سال کے لفظ سے حادثہ وفات یاد آگیا ہے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور بتایا ہو گئے سبھلکھر خطبہ کا سلسلہ درست کیا پھر ان الفاظ سے دلپر چوٹ لگی اور مضطرب ہو گئے تیسری دفعہ ضبط کی کوشش کی اور خطبہ ختم کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آقا حضرت ام مین کے پاس تشریف لیجا یا کرتے تھے بعد خلافت حضرت ابوبکر نے ایک روز حضرت عمر سے کہا:-

انطلق بنا الی ام ایمن۔ نزد ہا کماکان چلو سنت نبوی کی پیروی کریں اور ام ایمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزور ہا چکر ملیں۔

وہاں پھونچے تو وہ رونے لگیں۔ دونوں نے کہا روتی کیوں ہو اللہ کا تقرب اس کے رسول کے واسطے بہتر ہے۔ کہا یہ میں بھی جانتی ہوں۔ صدمہ اس کا ہے کہ وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ یہ سنکر دونوں صاحبِ رونے لگے۔ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر کا اصلی سبب وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت تھی۔ اس صدمے سے گھلتے رہے یہاں تک کہ انتقال ہو گیا۔

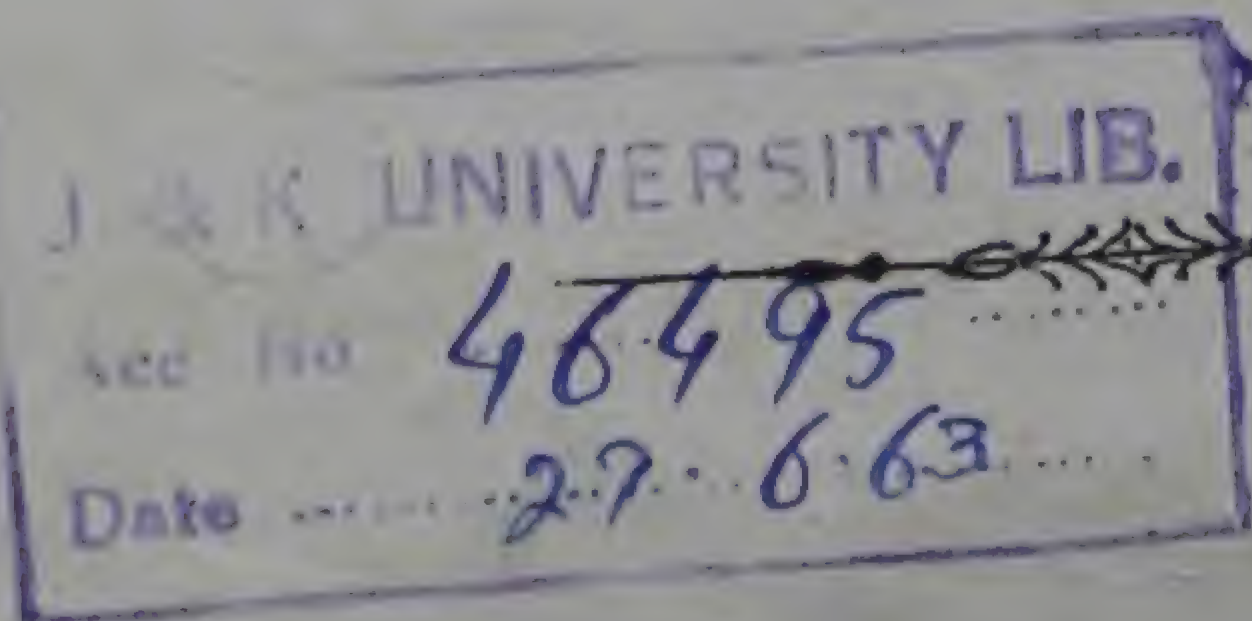
حضرت ابوبکر نے چار شادیاں کیں۔ دو زمانہ جاہلیت میں دو بعد اسلام ازواج و اولاد ایام جاہلیت کی بیبیاں قتیلہ اور ام رومان تھیں۔ قتیلہ قبیلہ بنی عامر سے

تھیں۔ اسلام سے مشرف نہیں ہوئیں۔ ام رومان مالک بن کنانہ کی اولاد سے تھیں۔ اسلام لائیں ہجرت کے وقت حضرت ابوبکر ان کو مکہ میں چھوڑ گئے تھے چند روز کے بعد مدینہ بلا لیا۔

ذی حجہ ۱۱ھ ہجری میں بمقام مدینہ رحلت کی۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے دفن کیا۔ زمانہ اسلام میں ایک شادی ام رومان کی وفات کے بعد اسماء بنت عمیس سے ۱۲ھ ہجری میں کی۔ دوسری شادی حبیبہ بنت خاریہ سے

حضرت ابو بکر کی وفات کے وقت یہ دونوں بیبیاں زندہ تھیں۔ اولاد تین لڑکے اور تین لڑکیاں۔ اولاد میں سب سے بڑے حضرت عبد الرحمن ام رومان کے بطن سے ۵۳ھ میں وفات پائی۔ دوسرے لڑکے عبد اللہ قتیلہ کے بطن سے غزوہ طائف میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر کاب شرابک تھے تیر کا زخم پاؤں میں لگا اُس کے صدمہ سے شوال ۳۳ھ میں انتقال ہوا۔ تیسرے لڑکے محمد ہیں یہ مدینہ میں پیدا ہوئے انکی والدہ اسماء بنت عیسٰی تھیں۔ قاسم اُن کے صاحبزادے تھے جو فقہار سبعہ میں ہیں۔ لڑکیوں میں سب سے بڑی حضرت اسماء تھیں۔ انکی والدہ قتیلہ۔ حضرت زبیر کے ساتھ شادی ہوئی۔ سترہ آدمیوں کے بعد دائرہ اسلام میں شامل ہوئیں۔ دوسری لڑکی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت عبد الرحمن کی حقیقی بہن تمام ازواج مطہرات میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھیں۔ انکا علم و فضل مسلم ہے۔ حافظ ابن حجر نے اصحابہ میں لکھا ہے کہ جو آلہ بزرگ صحابہ کرام میں اجتہاد فقہ میں ممتاز تھے انہیں حضرت عائشہ بھی تھیں۔ تیسری لڑکی ام کلثوم ہیں۔ انکی والدہ بنت خارجہ اپنے والد کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔ لڑکوں میں سلسلہ نبیل حضرت عبد الرحمن اور محمد سے چلا حضرت عبد اللہ کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔

۱۳ ذیقعدہ ۳۱ ۳۱ھ ہجری نبوی



Went for
Muslim prospects;
Am.



**ALLAMA
IQBAL LIBRARY**

**UNIVERSITY OF KASHMIR
HELP TO KEEP THIS BOOK
FRESH AND CLEAN**